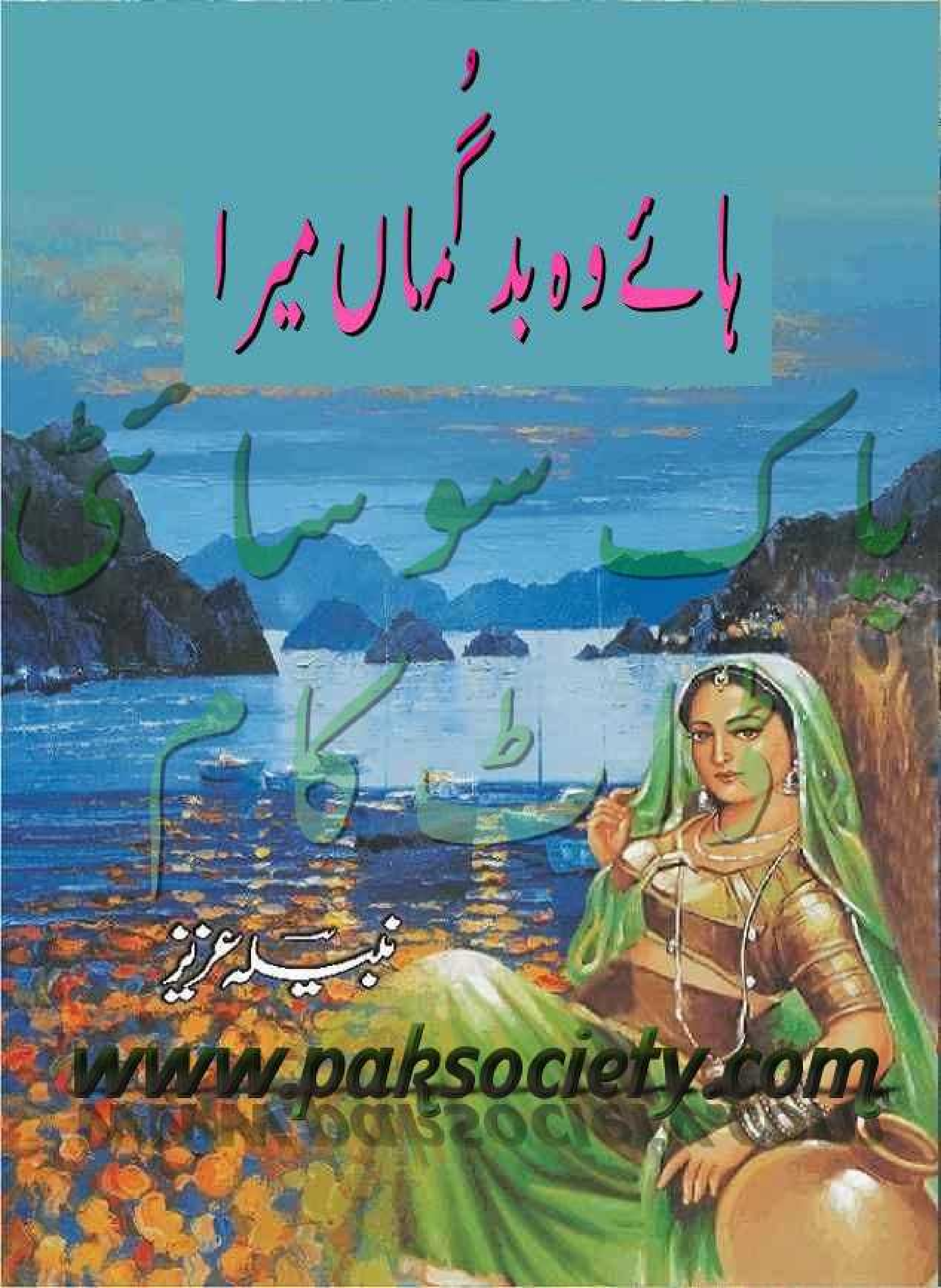

ہائے وہ بدگماں میرا
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
نبیلہ عزیز
www.paksociety.com

ہائے وہ بدگماں میرا

''پاکستانی جھوٹے ہوتے ہیں تم بھی جھوٹی ہو۔'' وہ اس کی بات سن کر یکدم اشتعال میں آ گیا تھا اور وہ اس کے ردِعمل پہ دم بخود بیٹھی رہ گئی تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ ساری بات جاننے کے بعد بھی وہ ایسا کچھ کہے گا بلکہ اسے تو اس سے ہمدردی کی توقع تھی۔

''مگر میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گی؟''

''نیشنلٹی کے لئے! اپنا فیوچر سنوارنے کے لئے! اپنے باپ دادا کی نسل پالنے کے لئے۔'' وہ انگلش لب و لہجے میں بولتا اور زیادہ زہر اُگلنے لگا تھا وہ ہکا بکا دیکھ رہی تھی کہ اس غیر مذہب شخص کو آخر ایسا کیا ہوا ہے کہ وہ پاکستانیوں کی خلاف آگ اُگل رہا ہے۔

''لیکن میں تو واپس پاکستان جانا چاہتی ہوں مجھے تو کسی نیشنلٹی کی ضرورت نہیں ہے۔''

''اب نہیں ہے نا؟ پہلے تو تھی اور تم یہاں آئی بھی تو نیشنلٹی کے لئے ہو۔'' برٹش نیشنلٹی'' کے لئے اپنا فیوچر ''برائٹ'' کرنے کے لئے۔'' وہ برٹش نیشنلٹی اور برائٹ لفظ پہ زور دیتے ہوئے انتہائی کاٹ دار لہجے میں بولتا اسے تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس کی گولڈن براؤن آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے اور چہرے پہ اس سمیت سب ہی پاکستانیوں کے لئے حقارت رقم تھی اس کا ہر تاثر نفرت برسا رہا تھا اور وہ آج تیسرے روز اس شخص کا ایسا روپ، ایسا رویہ دیکھ کر حیران ہی نہیں پریشان بھی تھی ورنہ، گزشتہ دو روز سے تو وہ اس کا کوئی اور ہی روپ دیکھ رہی تھی اور اسی روپ کی وجہ سے تو اس سنسان اور ویران جگہ پہ اکیلی اس کے ساتھ رہ رہی تھی ورنہ تو وہ یہاں سے بھی بھاگ چکی تھی۔

''لیکن اتنا یاد رکھنا میں پاکستانیوں سے اور ان کی جھوٹی باتوں اور ایکٹنگ سے نفرت کرتا ہوں اتنی نفرت کہ...... وہ مٹھیاں بھینچ کر یکدم کھڑا ہو گیا اور پاؤں کے قریب قالین پہ رکھے ریموٹ کنٹرول کو ٹھوکر مارتا ہوا چلا گیا ریموٹ اس کی ٹھوکر سے پٹخ کر سامنے والی دیوار سے ٹکرایا اور دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا اس کے کل پرزے نظر آنے لگے تھے اور وہ اس کی حرکت پر ششدر سی رہ گئی تھی۔ یعنی اس کی نفرت کا یہ عالم تھا کہ وہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کیوں؟ ایسا کیا تھا جو وہ پاکستانیوں کے اس قدر خلاف تھا؟ وہ گنگ بیٹھی ابھی تک اسی سمت دیکھ رہی تھی جہاں سے وہ باہر گیا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نفرت کی ہلکی سی جھلک تھی کہ وہ پاکستانیوں کو بھی اسی طرح......؟ یہی سوچ کر اسے خوف اور پریشانی نے آگھیرا تھا اسے جھرجھری آ گئی تھی اور وہ دوبارہ سے یہاں سے نکلنے کا سوچنے لگی خوامخواہ ایک پھڈے سے بچتے بچتے دوسرے میں پڑ گئی تھی۔

''اُف خدایا! کہاں پھنس گئی ہوں میں؟ میری مدد فرما، میری عزت کی حفاظت کرنا یا اللہ میری پریشانیاں میری مشکلیں حل کر دے، مجھے اپنوں سے ملا دے میں گناہ گار ہوں مجھے معاف کر دے یا اللہ مجھے معاف کر دے۔'' وہ بیٹھے بیٹھے جھولی پھیلا کر دعا کرنے لگی تھی اور چند آنسو بے بسی کے عالم میں آنکھ کے پیالوں سے چھلک کر رخساروں کی سرزمین پہ سج گئے تھے اور آنسوؤں کو بھی اک پل میں احساس ہو گیا تھا کہ گھر سے بے گھر اور

دربدر ہونا کیسا اور کیا ہوتا ہے اور گھر سے بے گھر ہونے والوں کی کیا قدر و قیمت ہو جاتی ہے سونے کے بھاؤ بکنے والے، کوڑیوں میں بک جاتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے وہ ہو گئی تھی اتنی دور بے یار و مددگار۔

اس اجنبی دیس اور اجنبی فضاؤں میں کوئی بھی اس کا اپنا نہیں تھا جس کے سامنے وہ اپنا دل کھول کے رکھ سکتی اپنی تکلیف، اپنا دکھ کہہ سکتی، اپنی ذلت اور بے وقعتی بیان کر سکتی لیکن کہتے ہیں نا جہاں کچھ بھی نہ ہو وہاں سب کچھ (اللہ کا نام) ہوتا ہے وہاں ہمارا ایک اپنا ہوتا ہے جو سب رشتوں سے اپنوں سے بڑھ کر چاہنے والا اور قدر کرنے والا ہوتا ہے اور یہ اپنا ''رب'' کے سوا کون ہو سکتا ہے؟ اور اس اپنے سے ملنے کے لئے وہ باوضو ہونے چل دی تھی کیونکہ عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔

❁......❁......❁

''میں اسٹڈی کے لئے انگلینڈ جاؤں گی، مگر کیسے؟'' وہ امی کی بات سن کر حیران ہوئی تھی اور وہ مسکرانے لگیں۔

''تمہاری خالہ تمہیں بلا رہی تھیں۔''

''خالہ امی؟'' اسے حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا تھا۔

''ہاں دو ماہ پہلے جب وہ آئی تھیں تو وہ تب بھی تمہاری کافی تعریف کر رہی تھیں کہتی ہیں کافی لائق اور ذہین بچی ہے اسے آگے پڑھنا چاہئے آج کل اسٹڈی ویزا کی بھی کافی سہولت ہے لیکن خرچہ بہت ہو جاتا ہے اس لئے وہ تمہیں اپنی بیٹی اپنی بہو بنا کر لائیں گی تو زیادہ خرچہ نہیں ہوگا اور وہاں بھی اپنے پاس اپنے گھر میں رکھیں گی تم یونیورسٹی میں پڑھو گی بھی اور نوکری بھی کر لو گی اس طرح یوں سمجھ لو کافی بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔'' وہ نجانے کیا کیا بول رہی تھیں لیکن اس کے ذہن پہ صرف ایک لفظ سوار ہو چکا تھا ''بہو'' اور پھر یہ لفظ ذہن سے نکل کر زبان پہ بھی آ ہی گیا تھا۔

''بہو؟''

''ارے ہاں کاشف کے لئے کہہ رہی تھیں تم نے دیکھا تو ہے کاشف کو، کافی اچھا بچہ ہے، سمجھدار ہے۔'' انہوں نے جھٹ سے بھانجے کی تعریف کی اور اس کی ایک بھی سنے بغیر چلی گئیں۔

''تمہاری بیٹی کے لئے تمہاری بہن اتنا خرچہ کیوں کر رہی ہے وجہ پوچھی تم نے؟'' رحیم صاحب کا سوال سنجیدہ ہی نہیں گمبھیر بھی تھا زہرہ خاتون نے ٹھہر کر سوچا اور پھر سے شروع ہو گئیں نان سٹاپ۔

''میری بیٹی میری بہن کی بھانجی ہوتی ہے اور وہ تو شروع سے میرے بچوں سے پیار کرتی آئی ہیں ہمیشہ ہزاروں لاکھوں خرچ کر کے آتی ہیں، انہیں پتہ چلا کہ ربیعہ کو ہائیر اسٹڈی کے لئے باہر جانے کا شوق ہے تو فوراً کہہ دیا کہ اسے میں اسپانسر کروں گی سارے کاغذات تیار کروا لئے ہیں بس اب ہمیں ایمبیسی جانا ہے اور سارا کام یوں ہو جائے گا۔'' انہوں نے چٹکی بجائی تو رحیم صاحب نے ٹوکا۔

''یوں تو تب ہوگا جب ربیعہ کچھ کہے گی اور ہم اجازت دیں گے۔'' وہ انہی کے انداز میں بولے تھے۔

''ربیعہ کو بھلا کیا اعتراض ہوگا اور آپ کیوں اجازت نہیں دیں گے کیا خرابی ہے آخر؟ آپ جانتے بھی ہیں کہ چار بیٹیوں کا بوجھ ہے ہم پہ

اور اگر ان میں سے ایک کم ہو رہا ہے......"

"خبردار زہرہ خاتون، میری بیٹیوں کو بوجھ مت کہنا جب تک میں زندہ ہوں میں ان کی ذمہ داری نباہ سکتا ہوں وہ میرے گھر کی رحمت ہیں۔" رحیم صاحب کو غصہ آ گیا تھا وہ اکثر بیوی کی باتوں سے مشتعل ہو جاتے تھے وہ بنا سوچے سمجھے بول جاتی تھیں پھر وہ تو اٹھ کر چلے گئے لیکن زہرہ خاتون کو دن بھر پتنگے لگے رہے تھے جس کی بھڑاس انہوں نے چھوٹی دیورانی کے پاس بیٹھ کر خوب نکالی تھی ان کے دل کی اصل بھڑاس یہی تھی کہ ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا شاید اس لئے کہ ان کی دیورانی کے تین بیٹے تھے ان کی بہن کے دو بیٹے تھے ان کے بھائی کے بیٹے تھے صرف ان کا بیٹا نہیں تھا پورے خاندان میں سب کے بیٹے اور بیٹیاں تھیں لیکن وہ اس نعمت سے محروم تھیں جس کا غضب وغصہ وہ بیٹیوں پہ اتارتی تھیں۔

کبھی کبھی بیٹوں جیسی امیدیں وہ بیٹیوں سے باندھ لیتی تھیں جیسے اب وہ چاہتی تھیں کہ ربیعہ انگلینڈ جائے نوکری بھی کرے اور تعلیم بھی حاصل کرے اس طرح وہ اس کی ذمہ داری سے فارغ ہوں اور دوسریوں کے لئے کچھ سوچیں وہ بھی تو ربیعہ کے برابر کی تھیں ایک ایک سال کا وقفہ تھا چاروں میں اس لئے چاروں انگلیوں کی طرح برابر کھڑی نظر آتی تھیں۔

ربیعہ کو بھی ہر چیز کا احساس تھا لیکن اسے "بہو" کا لفظ کچھ اچھا نہیں لگا تھا امی کا کہنا تھا کہ وہ یہاں سے وزٹ ویزا کے لئے اپلائی کریں گی اور اسپانسر خالہ امی بھجوا دیں گی اس طرح اسے پانچ چھ ماہ کے لئے انگلینڈ میں قیام کا موقع مل جاتا اور جب ویزا کی ڈیٹ ختم ہوتی تو وہ اسے اپنی بہو کے طور پہ وہاں ہی رکھ لیتی پھر وہ ساتھ ساتھ پڑھنے اور کام کرنے کا سلسلہ رکھ سکتی تھی البتہ کاشف اس کو بیوی بنانا چاہتا تھا جس کے لئے خالہ امی بھی خوش تھیں اور زہرہ خاتون بھی، مگر نہ جانے کیوں ربیعہ کو سب کچھ غلط لگ رہا تھا بے شک اسے ہائر اسٹڈی کے لئے انگلینڈ جانے کا شوق تھا وہ مزید پڑھنا چاہتی تھی مگر ایسے طریقوں سے پڑھنے اور آگے بڑھنے کا اس نے سوچا بھی نہیں تھا اسے امی اور خالہ امی کے نظریات سے اختلاف ہو رہا تھا۔

❁......❁......❁

"دیکھئے رحیم صاحب بیٹی کی شادی بھی تو کرنی ہے اور شادی کے لئے لڑکے کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور یہاں تو لڑکا بھی موجود ہے اور بیٹی کا اچھا مستقبل بھی، ورنہ آج کل اچھے رشتے کہاں ملتے ہیں آپ خود سوچئے بڑی کا کچھ سبب بنے گا تو دوسریوں کا کچھ ہوگا نا؟ بعد میں بھی تو ہم نے کسی کے ہاں اس کا رشتہ کرنا ہی ہے تو پھر آپا نجمہ کے بیٹے میں کیا کمی ہے پڑھا لکھا ہے، امیر ہے، برٹش نیشنلٹی ہے، زندگی سنور جائے گی، ہماری بیٹی کی اور ہمیں بھی اطمینان رہے گا۔"

زہرہ خاتون کو اپنے انداز سے ہٹ کر سمجھانے کا خیال آیا تھا اور رحیم صاحب نے ان کو گھور کے دیکھا تھا لہجے میں خفگی تھی۔

"تم یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ آج کل "زمانہ" کیسا ہے جوان کنواری بیٹی کو اتنی دور بھیج دینا کہاں کی عقل مندی ہے، یہاں گھر سے باہر دنیا ہاتھ نہیں نکالنے دیتی تم بیٹی کو نکالنے کا کہہ رہی ہو۔"

"تو بیٹی کونسا کسی غیر کے پاس جا رہی ہے ایک ماں کو چھوڑ کر "دوسری ماں" کے پاس ہی جائے گی نا اس کی اپنی بھی تو جوان بیٹیاں ہیں میری بیٹی کو بھی اپنی بیٹی سمجھ کر رکھے گی آخر اتنا کچھ کر رہی ہے تو دل میں محبت ہے تو تب ہی نا، ورنہ کون کسی کے لئے اتنی جدوجہد کرتا ہے اور ویسے بھی ربیعہ تو اس کی بھانجی، بیٹی اور بہو ہوگی انشاءاللہ ہماری بیٹی عیش کرے گی تعلیم مکمل ہوتے ہی کاشف اور ربیعہ کی شادی کریں گے فی الحال تو منگنی کی رسم

کریں گے آپ ان لوگوں کا سوچئے جو بیٹیوں پر اعتماد کر کے ان کو ہاسٹلز میں بھیج دیتے ہیں امریکہ اور کینیڈا بھیج دیتے ہیں ہماری بیٹی تو پھر بھی ایک پر تحفظ، چار دیواری کے ایک گھر میں رہے گی اور کچھ نہ سہی ماسی بھانجی کا رشتہ تو ہے ہی نا؟''

زہرہ خاتون نے کچھ اس طرح سارے پوائنٹس شوہر کے سامنے رکھے کہ کچھ دیر کے لئے رحیم صاحب بھی سوچ میں پڑ گئے تھے اور آخر کار ان کو اپنے اعتراضات واپس لینے پڑے تھے مگر پھر بھی انہوں نے ربیعہ کی مرضی کے بغیر کچھ کرنے سے منع کیا تھا لیکن مقابل زہرہ خاتون تھیں جو صرف اپنی مرضی چلانا جانتی تھیں انہوں نے ربیعہ کے احتجاج کے باوجود اس رشتے کے لئے ہامی بھر لی تھی۔

اگلے ہی ماہ نجمہ بیگم پاکستان آگئی تھیں بیٹے کی منگنی کرنے کے لئے اور منگنی دھوم دھام سے ہوئی تھی حالانکہ ربیعہ نے کافی کوشش کی ہاتھ پاؤں مارنے کی وہ چاہتی تھی اس کی بجائے کسی دوسری بہن کا رشتہ ہو جائے لیکن نجمہ بیگم کو ربیعہ ہی پسند تھی اور یوں اس کے تمام پیپرز کلیئر کروا کے ویزا او کے کروالیا گیا تھا اور اب واپسی میں انگلینڈ کے سفر میں ربیعہ بھی ان کے ساتھ تھی۔ اسے کسی سے کوئی شکایت نہیں تھی بس اپنی ماں کی جلد بازی اور اپنا ''بوجھ'' اتار پھینکنے پہ افسوس تھا انہوں نے ایک بار بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ان کی بیٹی جدا ہو جائے گی اتنے لوگوں سے اتنے اپنوں سے بچھڑ کر کیسے رہ پائے گی کیسے جئے گی دیار غیر میں؟ اور جب ایک ماں نے کلیجہ مضبوط کر لیا تھا تو وہ تو تھی ہی ایک بیٹی پرایا دھن جسے جانا ہی تھا۔

⊛......⊛......⊛

ماں کی گود جیسی نرم گرم سرزمین چھوڑ کر سرد ٹھنڈی اور سپاٹ عورت کی آغوش جیسی جگہ پہ آ کر وہ ایسے ہی گم سم ہوگئی تھی جیسے کوئی معصوم بچہ بھرے میلے میں اپنی ماں سے بچھڑ کر ہو جاتا ہے اور ہر تلاش ہر کھوج کے بعد مایوس ہو کر اجنبی چہروں کو بھیگی بھیگی پلکوں اور دھندلائی آنکھوں سے دیکھتا ہے یوں لگتا ہے جیسے اس کے ہاتھ سے ماں کی انگلی نہیں "زندگی" چھوٹ گئی ہو، کائنات کھوگئی ہو، اس کی زندگی بھی جیسے چھوٹ گئی تھی مگر معاملہ الٹ تھا کیونکہ اس کی ماں نے اس کا ہاتھ جان بوجھ کر چھوڑا تھا اور اس اتنے بڑے ہجوم میں اس دنیا کے میلے میں دانستہ اکیلا چھوڑ دیا تھا اگرچہ اس نے کہا بھی تھا کہ وہ ان کے سارے خواب سارے ارمان پورے کرے گی کوئی کمی نہیں ہونے دے گی بس وہ اسے اپنے ساتھ رہنے دیں لیکن انہیں شاید ڈالرز اور پاؤنڈز دیکھنے کی خواہش ہوگئی تھی اسی لئے اسے بھیج کر ہی دم لیا تھا ربیعہ کا ہاتھ اپنی بہن کے ہاتھ میں تھما کر وہ مطمئن ہوگئی تھیں لیکن خود ربیعہ مضطرب تھی اسے کہیں سکون نہیں تھا۔

لندن ہیتھرو ایئرپورٹ پہ اترتے ہوئے اس کی ملاقات کاشف سے ہوئی تھی وہ بھی محض کچھ دیر کے لئے اور انتہائی سرسری صرف ہیلو ہائے کی حد تک وہ کافی سنجیدہ اور کچھ عجلت میں دکھائی دے رہا تھا۔

"ایوری تھنگ از اوکے؟" نجمہ بیگم نے پوچھا۔

"یس مام۔" وہ گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔

"مام یہ جانسن آپ کو ڈراپ کر دے گا مجھے تھوڑی دیر کے لئے ایک کام سے جانا ہے پلیز۔" وہ ان دونوں کو گاڑی میں بٹھا کر دروازے سے جھکا تھا۔

"اوکے مائی سن ایز یو وش۔" وہ مسکرا کر بولیں اور وہ دروازہ بند کر کے سیدھا ہو گیا جانسن کاشف کا دوست ہی نہیں اس کے سپر سٹور کا سیلز بوائے بھی تھا اور سیلز بوائے کے علاوہ بھی وہ "بہت کچھ" تھا اور اس بہت کچھ کو نجمہ بیگم کافی اچھی طرح جانتی تھیں لیکن انہیں صرف اپنے بچوں کی "خوشیاں" عزیز تھیں اس لئے روک ٹوک کا لفظ اپنی زبان سے نکال دیا تھا۔ کاشف چلا گیا اور جانسن نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

پتہ نہیں رات ہو چکی تھی یا پھر رات کا سا سماں تھا بہرحال ہر طرح سرمئی اندھیرا اور جگمگاتی روشنیوں کا امتزاج دکھائی دے رہا تھا زندگی جیسے انسانوں سے نکل کر سڑکوں اور گاڑیوں کا حصہ بن گئی تھی انہیں لندن سے مانچسٹر جانا تھا کیونکہ ان کی رہائش مانچسٹر میں تھی البتہ کاشف لندن میں ہوتا تھا اس لئے نجمہ بیگم نے ہیتھرو ایئرپورٹ کی ٹکٹیں کنفرم کروائی تھیں تاکہ وہ ربیعہ سے مل لیتا ورنہ تو وہ اتنا مصروف ہوتا کہ سٹرڈے اور سنڈے کو بھی مشکل آرام کر پاتا تھا ابھی بھی نہ جانے کہاں چلا گیا تھا اور اس کے فلیٹ جانے کا نجمہ بیگم کبھی "سوچ" بھی نہیں سکتی تھیں آخر کو ربیعہ ساتھ تھی اس لئے اتنا سفر طے کرنا مجبوری تھی اور گھر ہی آنا پڑا تھا ان کے پاس ڈپلی کیٹ چابی تھی جس سے لاک کھول کر وہ اندر آئی تھیں ان کے ساتھ جانسن بھی اندر آ چکا تھا۔

"تم تھک گئی ہو گی آرام کرو کل صبح ملیں گے جانسن تم اسے کمرہ دکھا دو۔" انہوں نے اپنا بیگ صوفے پہ اچھالتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی گرم جیکٹ بھی اتار پھینکی اور ربیعہ کو لگا جیسے انہوں نے کوئی چولا اتار پھینکا ہو وہ اپنے اصل میں لوٹ آئی ہوں اور وہ تب ٹھٹک کے رہ گئی جب انہوں نے جانسن کو اسے کمرہ دکھانے کے لئے کہا تھا۔

''میں خود چلی جاؤں گی آپ مجھے سمت بتادیں۔''اس نے گھبرا کر انکار کر دیا تھا۔

''ارے؟ اچھا جاؤ، سب سے لاسٹ والا بیڈروم تمہارا ہے۔''انہوں نے پہلے حیرانی سے کہا پھر شاید خود پہ کنٹرول کرلیا تھا اور ربیعہ اپنے آپ کو سنبھالتی اوپر آگئی، جانسن اب اپنی میڈم کے پاس بیٹھ چکا تھا اور اس وقت تک یہیں رہنا تھا جب تک لائبہ نہیں آجاتی وہ شاپنگ کے لئے گئی ہوئی تھی اور یوں ربیعہ کی آمد کا پہلا دن تمام ہوا۔

پھر دوسرا دن شروع ہوا وہ بھی کچھ مختلف نہیں تھا کیونکہ اگلے دن بھی گھر میں کوئی نظر نہیں آیا تھا سوائے نجمہ بیگم کے جو کہیں جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

''تم اٹھ گئیں چلو اچھا ہوا کچن میں سب کچھ رکھا ہے، اپنے لئے ناشتہ بنالو میں رات کو واپس آؤں گی ایک دوست کی پارٹی میں جانا ہے اور ہاں دروازہ بند کرلو یہاں چوریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں......''وہ اس وقت مغربی لباس میں ملبوس بے حد ماڈرن اور ینگ لگ رہی تھیں اور ربیعہ حیرت زدہ سی کھڑی ان کو ٹک ٹک کرتے ہوئے جاتا دیکھتی رہی پاکستان میں تو وہ نفیس سا شلوار سوٹ اور دوپٹے میں ملبوس نظر آتی تھیں گوری چٹی رنگت کسی بھی زیور اور آرائش سے پاک چہرہ لئے وہ انتہائی سوبر سی خاتون لگتی تھیں لیکن یہاں ایک ہی رات میں وہ......

اسے ہلکا سا چکر آیا اپنے آپ کو سنبھالنا پڑا اور ان کی تاکید کے مطابق تیزی سے بڑھ کر دروازہ لاک کر دیا تھا وہ بھوک کے باوجود ناشتہ نہیں بنا سکی تھی وہ تو بس یہی سوچ رہی تھی کہ ماں سمیت اس فیملی کے چھ افراد تھے دو بیٹے اور تین بیٹیاں لیکن ابھی تک اس نے ماں کے سوا کسی کو بھی گھر پہ نہیں دیکھا تھا۔

* * *

''کیسی ہو ربیعہ؟''وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی کے نہ جانے کون سے پرزے پہ نظریں جمائے کھوئی کھوئی تھی جب کافی قریب سے کاشف کی آواز سنائی دی وہ کافی کا بھاپ اڑاتا مگ ہاتھ میں لئے اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ چکا تھا وہ چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔

''لگتا ہے بور ہوگئی ہو؟''وہ شاید لندن سے رات کو ہی آیا تھا یہ ان کی ایک ہفتے کے بعد دوسری ملاقات تھی اور یہ ایک ہفتہ اس نے اکیلے ہی گزارا تھا۔ کاشف کی بات پہ وہ چپ رہی تو وہ کچھ اور سنجیدہ ہوگیا البتہ اس دفعہ لہجے میں اپنائیت کا اضافہ ہو چکا تھا۔

''کیا بات ہے اتنی چپ کیوں ہو کوئی پریشانی ہے؟''

''مجھے یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے لیکن ابھی تک میرا ایڈمیشن نہیں ہو سکا، بلکہ ایڈمیشن تو دور کی بات ہے خالہ امی نے اس ٹاپک پہ کوئی بات ہی نہیں کی اور اب تین دن سے وہ اسکاٹ لینڈ گئی ہوئی ہیں نہ آگے کی خبر ہے نہ پیچھے کی، میں یہاں فارغ بیٹھ کر ہاتھ پہ ہاتھ دھرنے کے لئے نہیں آئی میں پڑھنے کے لئے آئی ہوں اور یہی سوچ کر میں سچ مچ کافی پریشان ہوں۔''

کاشف کے ذرا سے استفسار پہ وہ فوراً سب کچھ کہہ گئی تھی جواباً وہ کچھ پر سوچ ہو گیا تھا اور خالی مگ ٹیبل پہ رکھ کے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

''ایڈمیشن تو تمہارا ابھی نہیں ہو سکتا۔''اس کی بات پہ اس نے چونک کر دیکھا تھا انداز استفہامیہ تھا۔

''جس یونیورسٹی میں تم ایڈمیشن لینا چاہتی ہو وہاں ایڈمیشن کے لئے تمہیں دو ماہ انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ آج کل ہالیڈیز منائے جا رہے ہیں اور یونیورسٹی کے مختلف ڈیپارٹمنٹ ٹرپ کے لئے گئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے یونیورسٹی کے تقریباً سیونٹی بلاک بند پڑے ہیں سو آرام کرو...... انجوائے کرو۔'' کاشف نے بات کے آخر میں کندھے اچکائے اور ذرا خوشگوار موڈ سے کہا تھا۔

''لیکن دو ماہ میں تو یہاں بیٹھے بیٹھے پاگل ہو جاؤں گی۔'' وہ پریشان ہو اٹھی اور کاشف اس کی بات سمجھ کر مسکرا دیا تھا وہ دو دفعہ پاکستان جا چکا تھا اور دو دفعہ ہی اس نے ربیعہ کو گھر کے کام کاج کرتے اور پڑھتے ہوئے دیکھا تھا البتہ وہ کافی کم گو تھی اپنے گھر میں بھی کم ہی بولتی تھی لیکن اس کے مقابلے میں باقی تینوں کافی باتونی تھیں اور کاشف خود کافی ٹھہرے ہوئے پرسکون مزاج کا بندہ تھا اسی لئے اسے ربیعہ کا مزاج بہت اچھا لگا تھا وہ بہت عام سی ہو کر بھی بہت خاص لگتی تھی اور تبھی اس نے ربیعہ کو لائف پارٹنر بنانے کا سوچا تھا جس کا اظہار نجمہ بیگم سے کیا تو وہ نہ جانے کیوں خوش ہو گئی تھیں۔

''ارے تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی مجھے بھی ربیعہ جیسی لڑکی کی ہی ضرورت تھی چلو اچھا ہے۔ تمہارا شوق بھی پورا ہو جائے گا مشرقی بیوی کا اور ہمارا کام بھی ہو جائے گا۔''

کاشف ان کی ''کام'' والی بات کو نہیں سمجھ سکا تھا اور پھر انہوں نے خود ہی سارے کام طے کر کے ربیعہ کو یہاں بلا ہی لیا تھا حالانکہ کاشف نے انہیں روکا بھی تھا کہ ابھی ربیعہ کو مت بلائیں ابھی میں شادی کی پوزیشن میں نہیں ہوں مگر وہ اسے منگیتر بنا کر لے آئی تھیں انہوں نے منگنی بھی کر ڈالی تھی اور وہ ابھی تک سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ سب اچھا ہوا یا برا۔

دراصل اس کا مزاج اس کی فطرت اپنے بہن بھائیوں اور ماں سے قدرے مختلف تھی باپ کی بچپن میں ہی وفات ہو چکی تھی اور انہیں ماں نے ہی پالا پوسا تھا اور اب وہ اولاد کو پال پوس کر خود عیش کر رہی تھیں ''مکمل عیش'' بغیر کسی روک ٹوک کے اور یہی حال ان کے بچوں کا بھی تھا جن کے ''عیش ہی عیش'' تھے لیکن تمام پاکستانی رشتہ داروں کے سامنے وہ کافی پڑھے لکھے، ذہین، ملنسار اور مہذب لوگ تھے اور یہ سب محض اس لئے تھا کہ ان کے پاس ''برٹش نیشنلٹی کارڈ'' تھا جس کو دکھا کر وہ اپنے آپ کو کنگ سمجھتے تھے شاید اس لئے کہ پاکستان میں پاؤنڈ کی قدر و قیمت پہ لوگ فدا ہوتے تھے۔

''کہیں باہر چلو گی؟'' شام سات بجے وہ نماز پڑھ کر اپنے بیڈروم سے باہر آئی تو کاشف تیار کھڑا تھا پہلے تو کچھ جھجکی پھر پلٹ کر کمرے میں گئی اور اپنی چادر اٹھا لائی تھی۔

''اتنی بڑی چادر کی بجائے تم دوپٹہ یا اسکارف وغیرہ بھی لے سکتی ہو۔'' گاڑی نکالتے ہوئے اس نے اس کی بڑی سی چادر پہ نظر ڈالی اور مشورہ دیا تھا۔

''اسکارف میرے پاس ہے نہیں اور گھر سے باہر دوپٹہ لینے کی مجھے عادت نہیں میں ہمیشہ کہیں جاؤں تو چادر لے کر جاتی ہوں دوپٹہ اور اسکارف تو کافی چھوٹے ہوتے ہیں۔'' اس نے وضاحت سے جواب دیا تھا کاشف سر ہلا کر رہ گیا وہ جو کم بولتی تھی اب کم سے زیادہ بولنے لگی تھی شاید باتوں کی اور لوگوں کی کمی نے ایسا بنا دیا تھا وہ بولنا چاہتی تھی وہ سننا چاہتی تھی لیکن صد افسوس کہ وہ بھی کم گو تھا خیر تنہائی اور اکیلے پن سے تو ہزار درجہ بہتر تھا۔

''میرا خیال ہے تمہیں اس ماحول میں رہنے اور ایڈجسٹ کرنے میں بہت وقت لگے گا ورنہ میں نے ایسی لڑکیوں کو بھی دیکھا جو ایک روز

آتی ہیں اور دوسرے روز چھا جاتی ہیں وہ اپنے رنگ ڈھنگ ائیر پورٹ کی حدود میں ہی چھوڑ آتی ہیں اور کوئی پہچان ہی نہیں پاتا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو کل آئی تھی اور آج......؟'' کاشف نے بات ادھوری چھوڑی اور ربیعہ تلخی سے مسکرائی۔

''وہ لڑکیاں نہیں ہوتیں لڑکیوں کے نام پہ دھبہ ہوتی ہیں اور آپ جانتے ہوں گے کہ دھبہ بہت زیادہ روشنیوں میں آ کر تو اور زیادہ واضح نظر آنے لگتا ہے وہ بھی روشنیوں میں آ کر ''روشن'' ہو جاتی ہیں۔'' انتہائی دھیمے لہجے میں کہی گئی بات پہ کاشف حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ کتنی گہری بات کہی تھی اس نے!

''آؤ کچھ شاپنگ کرتے ہیں۔'' ایک شاپنگ مال کے سامنے گاڑی پارک کرتے ہوئے وہ نیچے اتر گیا تھا اور وہ بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر آئی تھی۔

''پلیز ناؤ انیف۔'' یہ کسی انگریز لڑکی کی آواز تھی اور آواز جھنجھلائی ہوئی تھی جب ہی بے ساختہ ہی ربیعہ نے گردن ترچھی کر کے دیکھا دو لڑکیاں اور چار پانچ لڑکے پارکنگ میں کھڑی جیپ کے بونٹ پہ بیٹھے ڈرنک کرنے میں مصروف تھے اور وہ لڑکی ایک لڑکے سے بوتل چھین رہی تھی وہ شاید زیادہ پی چکا تھا ربیعہ اسے صرف سائیڈ پوز سے دیکھ سکی تھی وہ گاڑی کی سکرین پہ نیم دراز ہو رہا تھا۔

''ربیعہ کیا دیکھ رہی ہو یہ سب کچھ تو یہاں جگہ جگہ نظر آتا ہے کس کس کو دیکھو گی؟'' کاشف کی بات پہ وہ چونکی اور پھر شرمندہ ہو گئی۔

''میں وہ نہیں دیکھ رہی جو آپ سمجھ رہے ہیں میں تو صرف یہ دیکھ رہی تھی کہ یہ لوگ بھی اک دوسرے کو کسی چیز سے ''منع'' کرتے ہیں؟''

ربیعہ کو سچ مچ حیرت ہوئی تھی کہ وہ لڑکی اس لڑکے کو شراب پینے سے روک رہی تھی کاشف اس کی بات سن کر مسکرایا تھا۔

''وہ اسے منع نہیں کر رہی بلکہ اس کو ہوش میں رکھنا چاہتی ہے اگر وہ زیادہ پی گیا تو اس لڑکی سے غافل ہو جائے گا اور وہ اسے اپنے آپ سے غافل نہیں کرنا چاہتی آخر وہ اس کا بوائے فرینڈ ہے اور کل سنڈے ہے ان کو دیر تک سونے کی اجازت ہے اس لئے آج رات دیر تک جاگنے کا ارادہ ہو گا جو بغیر ہوش وحواس کے تو پورا نہیں ہو گا۔'' کاشف کی بات سے وہ مزید شرمندہ ہوئی تھی اور وہاں سے ہٹنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

شاپنگ مال کے اندر آ کر اس کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔ ہر خوبصورتی اور ہر ادا یہاں لوگ اپنی ہتھیلی پہ رکھ کے پھرتے تھے ان کے خیال میں خوبصورتی اور ادائیں دوسروں کو دکھانے کے لئے ہوتی ہیں اور دوسروں کو دکھانے والی چیز پہ بھی دوسروں کا حق ہوتا ہے اور حق مارنا ان کے نزدیک بری بات تھی اتنی بری کہ وہ لوگ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لئے سب کچھ سامنے رکھ دیتے تھے دوسروں کا حق سمجھ کر......

''یہ جیکٹ کیسا ہے؟'' کاشف نے متوجہ کیا تھا وہ سینڈل دیکھ رہی تھی وہ ایک لیڈی جیکٹ تھا اور کاشف اس کی پسند پوچھ رہا تھا۔

''اچھا ہے لیکن پلیز میں ابھی کوئی چیز خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتی آپ کو اپنے لئے کچھ خریدنا ہے تو......''

''یہ تم غیروں جیسی باتیں کیوں کرتی ہو ہم کزن ہیں، منگیتر ہیں اور سب سے بڑی بات کہ مہمان اور میزبان بھی ہیں اور میزبان پہ فرض ہوتا ہے کہ وہ مہمان کی ضرورت کا خیال رکھے اور اس وقت میرا خیال ہے کہ تمہیں گرم کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے تم نے شاید غور نہیں کیا کہ تم سردی سے کانپ رہی ہو۔''

کاشف نے دلچسپی سے کہا تھا اور ربیعہ نے سچ مچ اپنے آپ کو دیکھا وہ صرف گرم سویٹر پہنے ہوئے تھی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

اور پھر اس کے انکار کے باوجود اس نے اسے ڈھیر ساری شاپنگ کروائی تھی وہ اسے روکتی ہی رہی مگر وہ کہہ رہا تھا کہ ایسا موقع اور فرصت بار بار نہیں ملتی اس لئے وہ اس کی کئی مہینوں اور ہفتوں کے لئے شاپنگ کر رہا تھا۔

''پلیز اب بس کریں کافی ہو گیا ہے۔'' اس نے بالآخر اسے سختی سے روک دیا تھا۔

''ٹھیک ہے اب ریسٹورنٹ چلتے ہیں اور تمہیں اچھا سا کھانا کھلاتے ہیں۔'' وہ آخر مان ہی گیا اور کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس کے ہمراہ آگے بڑھا تھا اور سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے کسی نے پکار لیا تھا۔

''کاشف!'' اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا ایک لڑکی اور دو لڑکے کاشف کے قریب آ گئے تھے۔

''ربیعہ تم گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں۔'' اس نے گاڑی کی چابی نکال کر ربیعہ کی سمت بڑھائی اور وہ سر ہلا کر سیڑھیاں اتر گئی سامنے ہی تو پارکنگ تھا اس لئے وہ مطمئن تھی لیکن سر جھکا کر تیز تیز چلتی وہ اس سردی سے جلد از جلد بچنا چاہ رہی تھی جس کے نتیجے میں کسی سے بری طرح ٹکرائی یا پھر کوئی اس سے بری طرح ٹکرایا اور آنکھوں کے آگے تارے ناچ گئے تھے...... اور اس کے ہاتھوں سے شاپنگ بیگ اور گاڑی کی چابی بھی چھوٹ گئی تھی کیونکہ سامنے والے کے گلے میں جھولتی ہوئی بھاری سی نوکیلی چین سیدھی اس کی آنکھ میں چبھی تھی اور ربیعہ کو لگا آنکھ پھٹ گئی ہو وہ دونوں ہاتھوں کو چہرے پہ رکھے نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

''سوری...... ! ایم سوری میم......'' وہ جیسے سنبھل گیا تھا۔ ''ایم ریئلی سوری۔'' وہ یقیناً ہوش میں نہیں تھا ورنہ اس کی تکلیف کا احساس کرنے کی بجائے یوں پاگلوں کی طرح سوری نہ کر رہا ہوتا۔ لیکن اس کی سسکی سن کر اسے تکلیف کی شدت کا اندازہ ہوا تھا اور دو زانوں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''آر یو رائٹ میم ہیلو ایکسکیوز می میم۔'' وہ اسے متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے جھکے سر پہ چادر اوڑھی دیکھ کر اسے احساس ہو گیا کہ وہ میم ''مسلم'' ہے اور پھر نجانے کیوں وہ کچھ اور سنبھل گیا اور وہاں سے اٹھنے لگا لیکن تب تک وہ اپنی تکلیف ضبط کرتی سر اٹھا چکی تھی اس دفعہ دونوں نے اک دوسرے کو روبرو دیکھا تھا۔

کوئی وجہ بھی نہیں تھی پھر بھی ربیعہ کا دل ''چونکا'' تھا کسی احساس کی انگلیاں دل کی دھڑکنوں کو چھیڑتی ہوئی گزر گئی تھیں اور دھڑکنوں میں ارتعاش سا ہو کے رہ گیا تھا اور وہ اس کی سرخ پڑتی آنکھ کو دیکھتا پلٹ کر چلا گیا۔

''اُف سچ کہتے ہیں کہ یہ انگریز بہت بے حس ہوتے ہیں سرد موسموں میں رہ رہ کر سرد ہو جاتے ہیں۔''

وہ جھک کر اپنی بکھری شاپنگ سمیٹنے لگی تھی اور ساتھ ہی گاڑی کی چابی بھی ڈھونڈ رہی تھی۔

''ربیعہ یہ کیا ہوا ہے؟'' کاشف بھی آ چکا تھا اس نے بات بتائی وہ پریشان ہو گیا تھا۔

''ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں اٹھو۔''

''ڈونٹ وری ایم فائن۔'' وہ نفی میں گردن ہلا کر اٹھ گئی اور اب بھوک کا احساس شدت اختیار کر چکا تھا جس کے لئے کاشف نے گاڑی

''نواب'' (ہوٹل) کے سامنے روک دی یہ ریسٹورنٹ اینڈ میرج ہال تھا اور کسی مسلم کی ملکیت تھا اس لئے مسلم افراد بڑے شوق سے آتے تھے اور پاکستانی کھانوں کے ذائقے سے لطف اندوز ہوتے تھے اس کے علاوہ بھی کئی ہوٹل ایسے تھے جو مسلمانوں کے لئے ان کی پاکستانی ڈشز کا انتظام کرتے تھے لیکن فی الحال تو یہ ''نواب'' ہی قریب تھا اس لئے وہ اسے یہیں لے آیا تھا ربیعہ نے بہت دنوں بعد اچھا سا کھانا کھایا تھا لیکن ساتھ ساتھ آنکھ کی تکلیف اور اس شخص کی بے مروتی کا بھی خیال آرہا تھا اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ یہ وہی شخص تھا جس سے وہ انگریز لڑکی شراب کی بوتل چھین رہی تھی اور وہ لاپرواہی سے بونٹ پہ نیم دراز تھا کیونکہ ربیعہ نے اسے سائیڈ پوز سے دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

''ہیلو ڈیئر کزن!'' وہ ٹیبل پہ کھانا لگا رہی تھی جب جانسن کا ہاتھ پکڑے لائبہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئی ربیعہ پہلی مرتبہ ان دونوں کو اس طرح دیکھ رہی تھی اسی لئے ہاتھ ٹھٹک گئے تھے۔

''دیکھو میں کمرے میں ہوں میرا اور جانسن کا کھانا کمرے میں پہنچا دینا مجھے ذرا جانسن سے کچھ کمپیوٹر انفارمیشن لینا ہے۔'' وہ کہہ کر پلٹ گئی جانس کا ایک ہاتھ اس کی کمر پہ تھا ربیعہ چکرا گئی تھی ایسی دیدہ دلیری؟ ایسی اندھیر نگری تھی کہ......وہ آگے کچھ سوچ ہی نہ سکی ابھی وہ سنبھلی بھی نہ تھی کہ ایک اور منظر دیکھنا پڑ گیا۔

اپنے موبائل فون پر بات کرتی عروبہ اندر آ گئی تھی لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں برہنہ بازو، برہنہ پنڈلیاں انتہائی مختصر سا ٹاپ گہرا گلا اونچی سی بالوں کی پونی اور پاؤں میں ہائی ہیل کے سینڈل جن کی ڈوریاں پنڈلیوں کے گرد لپٹی ہوئی تھیں اپنی کزنز کے جلوے دیکھ کر وہ پاگل نہ ہوتی تو اور کیا ہوتی؟ بقول نجمہ بیگم کے ان کی عروبہ بہت ذہین تھی اور اس وقت کسٹم آفیسر کی پوسٹ پر تھی اور ان کے لئے اس کی یہ ''پوسٹ'' ہی نخرے کے لئے کافی تھی وہ ہر مہینے ایک بھاری رقم لے کر گھر میں داخل ہوتی تھی ان کو بھلا اور کیا چاہئے تھا۔

''ربیعہ میرے کپڑے پریس کئے تم نے؟'' اچانک فون پہ بات کرتے کرتے اس نے ربیعہ سے پوچھا۔

''جی۔'' آدھا گھنٹہ پہلے عروبہ نے گھر فون کر کے کہا تھا اس کی میکسی پریس کر دی جائے وہ گھر آ رہی ہے اور اسے کسی پارٹی میں جانا ہے اور ربیعہ نے فوراً یہ کام کر دیا تھا بلکہ یہ تو کئی دنوں سے ہو رہا تھا وہ گھر کے کاموں میں انوالو کر دی گئی تھی کوئی کپڑے پریس کرنے کو کہتا کوئی دھونے کو کہہ دیتا کسی کا کمرہ گندا ہو رہا ہوتا تھا اور کسی کو بھوک لگ رہی ہوتی تھی اور ان سب چیزوں کا حل تھی ''ربیعہ۔''

وہ ربیعہ رحیم جو اپنے وطن سے اتنی دور محض پڑھنے کے لالچ میں آئی تھی اور اپنی ماں کی ضد سے مجبور ہو کر آئی تھی اب اس کی ماں فون پہ پوچھتی کہ کیسی ہو تو وہ جواباً ''سب اچھا ہے'' کہہ کر چپ ہو جاتی اور اس کی کم عقل ماں سب اچھا ہے پہ مطمئن ہو جاتی تھی اور یہ بھی نہ جان پاتی کہ جہاں سب اچھا ہے کا سگنل ملتا ہے وہاں کچھ بھی اچھا نہیں ہوتا کہیں نہ کہیں کمی ضروری ہوتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی ذات اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے علاوہ کچھ بھی ''سب اچھا'' نہیں بنایا سب کو ایک کمی بخشی ہے تاکہ انسان اس کمی کو دور کرنے کے لئے اچھے سے اچھا اور نیک سے نیک اعمال کرتا رہے لیکن یہاں انسان برے سے برا اور بد سے بد اعمال کرنے کی سمت گامزن تھا اور یہ بھی بھول گیا تھا

کہ آسمان کے اوپر رب رہتا ہے اور زمیں کے نیچے قیامت اور اوپر رہنے والا رب کسی بھی قوت زمین کے اندر سے قیامت اٹھا کر انسان کی ہستی کا تختہ پلٹ سکتا ہے اور اسی تختے کو سوچ کر اسے جھرجھری آ گئی تھی۔

''میرا کھانا۔'' لائبہ سیڑھیوں کے پاس آ کر چیخی تھی اور وہ کچن میں بھاگی......

◈......◈......◈

''آنٹی دو ماہ تو ہو چکے ہیں میرا ایڈمیشن؟'' آج نجمہ بیگم گھر پہ تھیں اور ربیعہ نے ان سے فائنل بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔

''ارے ہو جائے گا پریشان کیوں ہوتی ہو اب تو تمہیں یہیں رہنا ہے نا پھر فکر کیسی؟'' ان کے انداز میں لاپروائی تھی۔

''لیکن آنٹی مجھے واپس بھی تو جانا ہے ہمیشہ یہیں تو نہیں رہنا۔''

''کیوں، واپس کیوں جانا ہے تم کاشف کی منگیتر ہو اور جہاں کاشف رہے گا تم بھی تو وہیں رہو گی نا؟'' انہوں نے خفگی کا اظہار کیا۔

''مگر آنٹی......''

''دیکھو مجھے زیادہ بحث کرنے والے لوگ پسند نہیں جب کہہ دیا کہ تمہارا ایڈمیشن ہو جائے گا تو پھر ہو جائے گا۔'' انہوں نے اس کی بات کاٹ دی اور وہ حیرت زدہ سی رہ گئی ان کے چہرے پہ بےزاری تھی لیکن پھر بھی ہمت نہ ہاری۔

''تو یوں فارغ بیٹھنے سے تو بہتر ہے آپ مجھے کہیں جاب دلا دیں پھر میں خود ہی ایڈمیشن کا بندوبست کر لوں گی۔''

''جاب؟'' اب کی بار انہوں نے چونک کر اسے سرتاپا دیکھا کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

''ٹھیک ہے تم شام کو تیار رہنا تمہیں جاب چاہیے مل جائے گی۔'' وہ کہہ کے اپنے بیڈروم میں چلی گئیں اور ربیعہ کو کچھ تسلی ہوئی کہ مفت روٹیاں توڑنے سے تو بہتر تھا وہ کوئی کام کر کے پیٹ بھر لیتی لیکن شام کو وہ اسے لے کر جہاں گئیں ربیعہ کے ہوش کھونے لگے۔

یہ ایک کلب تھا جہاں شراب اور گندگی کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا جلتی بجھتی رنگین روشنیوں میں کوئی ایک چہرہ بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''آنٹی، یہ......آپ کہاں؟'' وہ بے ربط سی بولی تھی زبان گنگ ہوئی جا رہی تھی۔

''کیا آپ مجھے اس لیے یہاں لے کر آئی تھیں؟ کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں ایسی جاب کر سکتی ہوں؟ کیا آپ بھول گئی ہیں کہ میرا مذہب کیا ہے؟ میرا خاندان کیسا ہے؟ میری نیچر کیسی ہے؟ کلچر کیسا ہے؟'' وہ چیخ اٹھی نجمہ بیگم کے چہرے پہ غصے کے آثار تھے۔

''تو یہاں جاب کرنے سے تمہارے مذہب۔ تمہارے خاندان، تمہاری نیچر اور کلچر کو کیا ہوگا؟ کون سی قیامت ٹوٹے گی تم پہ؟ مصیبت بن گئی ہو میرے لیے! کسی ٹھکانے نہیں لگ رہیں۔'' ان کی بات پہ ربیعہ کو دھچکا لگا تھا۔

''اگر میں مصیبت ہوں تو آپ مجھے واپس بھجوا دیں۔'' لہجہ روہانسا ہو رہا تھا۔

''کیوں بھجوا دوں؟''

''آپ کو مجھے واپس بھیجنا ہوگا میں کل ہی امی سے بات کرتی ہوں۔''

''شٹ اپ، کوئی بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ پچھتاؤ گی۔'' انہوں نے دھمکی دی مگر وہ سنی ان سنی کر کے کلب کے احاطے سے نکل آئی آج برف باری ہو رہی تھی لیکن اس نے کوٹ پہنا ہوا تھا اسی لئے کچھ بچت ہو گئی تھی دو ماہ میں وہ یہاں کے راستوں سے اتنی تو واقف ہو ہی گئی تھی کہ آسانی سے گھر جا سکتی تھی مگر آج اس کے آنسو بہہ رہے تھے اسے اپنی بہنیں اور باپ کی یاد آ رہی تھیں اسے اپنا وطن یاد آ رہا تھا اپنا شہر یاد آ رہا تھا گھر آ کر بھی وہ بری طرح روتی رہی اس وقت گھر پہ کوئی نہیں تھا اس نے دل کھول کر آنسو بہائے اور اپنا بوجھ ہلکا کیا پھر وضو کر کے دیر تک نماز میں مشغول رہی وہ دل میں پکا ارادہ کر چکی تھی کہ اسے اب یہاں نہیں رہنا۔

وہ ریلیکس ہو کر نیچے آئی تو ڈرائنگ روم میں عروبہ اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ بے حد ''بزی'' نظر آئی اور ربیعہ کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اس کے ماتھے پہ پسینہ نمودار ہو چکا تھا وہ کچن میں جانے کا ارادہ ترک کر کے واپس بیڈ روم میں آ گئی اگلے روز وہ دن بھر پاکستان کال کرتی رہی مگر کسی نے فون ریسیو نہیں کیا تھا مسلسل تین گھنٹے ٹرائی کرنے کے بعد اس نے ریسیور کریڈل پہ ڈال دیا اور اتنے میں باہر ڈور بیل بج اٹھی مجبوراً اٹھ کر دروازہ کھولنا پڑا تھا اسے نجمہ بیگم یا پھر لائبہ اور جانسن کی آمد کی توقع تھی لیکن یہاں تو کوئی اور ہی نظر آیا تھا۔

''آپ کون؟'' وہ پوچھ رہی تھی کہ یکدم ذہن میں جھماکا ہوا یہ نجمہ بیگم کا بیٹا بوبی تھا جو کاشف اور عروبہ سے چھوٹا تھا لیکن ربیعہ اسے روبرو پہلی مرتبہ دیکھ رہی تھی البتہ تصویروں میں اکثر دیکھا ہوا تھا وہ یقیناً نشے میں تھا اس لئے اسے نظر انداز کرتا اندر آ گیا تھا مگر آدھے گھنٹے بعد جب شاور لے کر وہ کچن میں آیا تو ربیعہ کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا اور ربیعہ اس کے دیکھنے کے انداز پہ ٹھٹک گئی تھی۔

''اے کون ہو تم؟'' انگلش میں پوچھا گیا۔

''ربیعہ۔'' وہ آہستگی سے بولی تھی۔

''ہو ربیعہ؟''

''یور کزن ربیعہ رحیم۔'' لیکن وہ پھر بھی اسے الجھی الجھی نظروں سے دیکھ رہا تھا اسے اپنی ماں بہنوں کی خبر نہیں تھی کزن کی کیا خاک ہوتی؟

''میں کاشف کی منگیتر ہوں پاکستان سے آئی ہوں۔'' اس نے اس کی نظروں سے بچنے کے لئے تعارف کی نوعیت بدل ڈالی تھی۔

''اوہ...... بھابھ......'' وہ ہونٹ سکیڑتا ہوا اب اور زیادہ استحقاق سے دیکھنے لگا تھا۔

''ان ہیچ لگتی ہو؟'' وہ اس کے چہرے پہ پھیلی خفگی دیکھ کر خباثت سے بولا تھا۔

''شٹ اپ......'' وہ تڑخ کر بولی تو بوبی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''دیسی نشہ بڑی جلدی بھڑک جاتا ہے سنا تو تھا لیکن دیکھ پہلی مرتبہ رہا ہوں۔'' وہ اس کے قریب جھکا ربیعہ اچھل کر دور ہٹی تھی اور پھر کب بوبی کی نظر بدلی اور کب ربیعہ جذباتی ہو گئی کچھ پتہ نہ چلا عقل تو تب ٹھکانے آئی جب اس نے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے بڑا سا لوہے کا ڈنڈا اٹھا کر بوبی کے سر میں دے مارا تھا دراصل وہ شراب پی کر اس کے پیچھے ڈرائنگ روم میں چلا آیا تھا اور خطرناک گھناؤنے عزائم لے کر اس پہ جھپٹا مگر وہ بچ نکلی۔ لیکن اس وقت وہ اکیلی تھی اور بچاؤ کا کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا اسی لئے اسے کسی ہتھیار کا سہارا لینا پڑا تھا مگر وہ سر کی چوٹ کھا کر اور زیادہ مشتعل ہوا تھا

جیسے ہی دوبارہ آگے بڑھا ربیعہ نے پوری قوت سے دوسرا وار کر دیا تھا اور پھر خون کا فوارہ پھوٹ نکلا بوبی دوزانو قالین پر گرا اور ربیعہ کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں وہ نشے کی وجہ سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکا تھا لیکن گھر میں داخل ہوتی لائبہ۔ بوبی کو دیکھ کر چیخ اٹھی اس نے پورا گھر سر پہ اٹھا لیا تھا اور جیسے ہی اس نے پولیس کو فون کیا ربیعہ ہوش میں آ گئی تھی اور اسے وہاں سے بھاگنے میں لمحہ لگا تھا۔

٭......٭......٭

''ایک دن میڈونا کو اپنی بیوی بنا کر چھوڑوں گا، آئی لو میڈونا آئی لو۔'' کوئی دیوانہ اپنے دوستوں کو اپنی دیوانگی دکھا رہا تھا وہ سینما ہال سے نکل کر آ رہے تھے۔

''مجھے تو نکول کے بغیر کوئی بھاتا ہی نہیں۔'' یہ دوسرا دیوانہ تھا۔

''اور میں کیٹ (کیٹ ونسلٹ) کے ساتھ ایک دفعہ ٹائی ٹینک کی تاریخ دُہرا کے چھوڑوں گا۔'' تیسرے نے بھی ہوائی اڑائی۔

''یار میں برٹنی کو بھی پسند کرتا ہوں اور شیڈ کے بارے میں بھی دل بے تاب ہے کیا کروں آخر؟'' چوتھے نے معصومیت سے کہا تھا لیکن پانچواں خاموشی سے ڈرنک کرنے میں مصروف تھا۔

''تو کسے پسند کرتا ہے؟'' پہلے والے نے اسے چھیڑا۔

''میرے لئے سب ہی ٹھیک ہے کام کے وقت جو بھی مل جائے چل جاتی ہے کیا نکول اور کیا میڈونا؟'' وہ آنکھ دبا کے بولا تھا اور وہ چاروں منہ دیکھتے رہ گئے کام کی بات تو وہ کہہ گیا تھا۔

''ایڈی تو پورا پورا......''

''آہ......'' اس لڑکے کی بات ادھوری رہ گئی انہوں نے چونک کر اس سمت دیکھا جہاں سے کسی کی ''آہ'' سنائی دی تھی ان سب کو خاموش ہوتے دیکھ کر وہ کچھ اور پیچھے سرک گئی تھی۔

''ہو یو؟'' ان میں سے ایڈی آگے بڑھا وہ کب تک ان سے چھپ سکتی تھی وہ پانچوں قریب آ چکے تھے اور وہ اسے دیکھ کر چونک گیا تھا یہ وہی لڑکی تھی جو ایک مرتبہ پارکنگ میں اس سے ٹکرائی تھی اور یقیناً وہ مسلم تھی اس روز وہ چادر میں تھی اور آج اس کے سر پہ دوپٹہ تھا لیکن آج وہ بے حد ہراساں تھی اس کی حالت بے حد ابتر ہو رہی تھی ایڈی اس کی حالت کے بارے میں سوچ رہا تھا جبکہ وہ چاروں کچھ اور ہی سوچ بیٹھے تھے۔

''مسلم مال ہے کیا ارادہ ہے؟'' مائیکل اور جوزف نے ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں میں اشارے کیے تھے۔

''تو پھر آ جاؤ ارادہ نہیں عمل کرتے ہیں۔'' پیٹر نے اشارہ کیا اور آگے بڑھا۔

''اس کے قریب مت جانا۔'' ایڈی کی سخت آواز پہ وہ حیرت سے پلٹے۔

''واٹ؟'' ان کو اچنبھا ہوا۔

''میں کہہ رہا ہوں جو کچھ تم سوچ رہے ہو اسے بھول جاؤ واپس آؤ۔''

''لیکن کیوں؟''ان کو ایڈی کے رکاوٹ ڈالنے پہ حیرت ہوئی تھی۔

''میں نے کہہ دیا کیا یہ کافی نہیں ہے؟''

''لیکن تم کیوں کہہ رہے ہو یہی تو پوچھ رہے ہیں؟'' پیٹر کا لہجہ ناگوار ہو چکا تھا ماتھے پہ شکنیں پڑ گئی تھیں۔

''کیا اس لئے کہ یہ لڑکی مسلم ہے؟'' مائیکل کو بھی اس کی مداخلت بری لگی تھی۔

''میں نہیں جانتا کہ وہ لڑکی مسلم ہے لیکن میں تمہیں غلط حرکت نہیں کرنے دوں گا۔'' وہ اپنی بات پہ قائم تھا۔

''اگر تم اس لڑکی کو نہیں جانتے تو پھر تم ہمیں روک بھی نہیں سکتے۔'' پیٹر آگے بڑھا تھا۔

''پیٹر میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔'' ایڈی چیخا تھا۔

''تم ہمارے ساتھ مل کر کرسچن لڑکیوں کے ساتھ عیاشی کرتے ہو تو میں ہم کیوں نہیں؟ آج تمہیں ہمارے ساتھ مل کر اس لڑکی کے ساتھ وہی کچھ کرنا ہوگا جو کچھ تم کرسچن لڑکیوں کے ساتھ کرتے ہو۔'' پیٹر نے پلٹ کر اسے وارننگ دی اور ایڈی نے غصے سے بپھرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی شراب کی بوتل پیٹر کے سر میں دے ماری جو چھناکے سے ٹوٹ کے بکھری تھی اور پھر وہ چاروں اس پہ جھپٹ پڑے ان سے کچھ فاصلے پہ کھڑی ربیعہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی وہ تو پہلے ہی اک جرم کی مرتکب ہو چکی تھی اب دوسرا گلے پڑ گیا تھا اسے اپنا آپ ان بے رحم فضاؤں میں بکھرتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا اور جیل کی سلاخیں تصور کے پردے پر ناچنے لگی تھیں نجمہ بیگم اپنے خون کی پیاسی لگ رہی تھیں جو اس کو ڈھونڈ کر یقیناً اسے چیر پھاڑ ڈالتیں اور اب یہاں دنگا فساد......

ایڈی کو مائیکل اور جوزف کے حوالے کر کے پیٹر اور ڈینی ربیعہ کی سمت لپکے تھے اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر اس کا دوپٹہ پیٹر کی گرفت میں اٹک گیا تھا تب وہی شخص جو اس کی خاطر اپنے ہی دوستوں سے لڑ رہا تھا جارحانہ انداز سے پیٹر کو پیچھے گھسیٹتا لے گیا تھا اس کا سر گاڑی کے بونٹ پہ دے مارا پیٹر کے حواس گم ہو گئے تھے۔

''بھاگو......'' اس نے ہاتھ بڑھا کے ربیعہ کا ہاتھ تھاما اور اندھا دھند بھاگتے ہوئے اس سینما کے احاطے سے نکل آیا تھا کیونکہ مائیکل نے پولیس کو انفارم کر دیا تھا اور جوزف اور ڈینی ان کے پیچھے بھاگے تھے مگر وہ ربیعہ کو اپنی گاڑی میں دھکیل کر گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا ان کے پیچھے بہت سے سائرن سنائی دینے لگے تھے وہ گاڑی میں ہی لڑھک گئی۔

اسے ہوش آیا تو پہلی نظر اسی شخص پہ پڑی تھی وہ سامنے والے صوفے پہ نیم دراز لیٹا تھا وہ یکدم تڑپ کر اٹھ بیٹھی تھی اور اس کی تڑپ پہ وہ بھی آنکھیں کھول کر سیدھا ہو گیا تھا۔

''کیا نام ہی تمہارا؟'' وہ اپنے مخصوص انگلش لب و لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''ربیعہ رحیم۔'' اس نے کچھ پریشان اور کھوئے ہوئے لہجے میں بتایا۔

''جو کچھ وہ دیکھ آئی تھی اب اور کچھ برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا کیونکہ سامنے ایک بالکل اجنبی اور غیر مسلم آدمی بیٹھا تھا اور وہ بھی ایک کمرے میں۔

''تو تم مسلم ہو؟'' وہ اپنے شک کو یقین کا پیراہن پہنتے دیکھ کر گہری سانس کھینچ کر رہ گیا تھا۔

''جی ہاں میں مسلم ہوں۔'' اس نے اس دفعہ اعتماد سے جواب دیا کیونکہ بات مذہب کی پوچھی گئی تھی۔

''کہاں سے آئی ہو؟''

''پاکستان سے۔''

''اوہ شٹ۔'' وہ سن کر جیسے چیخ گیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ مزید کچھ تفتیش کرتا اس کا موبائل بج اٹھا تھا۔

''لیس مام۔'' وہ اپنی ماں سے بات کرتا باہر نکل گیا تھا اور پھر تقریباً دس منٹ بعد واپس اندر آیا۔

''اس وقت ہم شہر کی حدود سے کافی دور ہیں اور فی الحال شہر میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ پولیس ہمیں ڈھونڈ رہی ہے اس لئے تمہیں ابھی یہاں ہی رکنا پڑے گا میں کسی کام سے جا رہا ہوں کچھ دیر تک آ جاؤں گا رائٹ سائیڈ میں کچن ہے کھانے کو کچھ مل جائے گا کھا لینا اوکے بائے۔'' وہ دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھے انفارم کرتا فوراً پلٹ کر چلا گیا تھا اور ربیعہ ننگے پیر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

''سنو۔'' وہ بیرونی ڈور لاک کرنے والا تھا جب اس کی آواز پہ رک گیا اور سر اٹھا کے سامنے سیڑھیوں پہ کھڑی ربیعہ کو دیکھا۔

''میں ایک کال کرنا چاہتی ہوں مجھے اپنے پیرنٹس سے بات کرنی ہے۔''

''اوکے کر لینا لیکن اس گھر کا فون ڈیڈ پڑا ہے میں واپس آ جاؤں تو موبائل سے کر لینا۔'' وہ کہہ کے چلا گیا اور ربیعہ وہیں سیڑھیوں پہ بیٹھتی چلی گئی تھی۔ قسمت اسے دھکیلتی ہوئی نجانے کہاں سے کہاں لے آئی تھی لوگوں کو زندگی کا بھروسہ نہیں ہوتا مگر اسے اپنی عزت کا بھروسہ نہیں تھا کب کون سا عقاب جھپٹ پڑتا اسے دھڑکا سا لگ گیا تھا جب اپنی ہی خالہ کا بیٹا عزت کا دشمن ہو بیٹھا تھا تو دوسروں پہ کیسا اعتماد؟ غیر تو پھر غیر ہوتے ہیں! اور وہ بھی یوں پرائے دیس میں کون حفاظت کرتا ہے کسی اور کی عزت کی؟ سب ہی کو اپنی ذات سے مطلب ہوتا ہے لیکن یہ شخص نجانے کون تھا جو اس کی خاطر اپنے دوستوں سے دشمنی مول لے کر اس کے آنچل کو داغ دار ہونے سے بچا گیا تھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس پرائے شخص کو اپنا ماننے کو دل چاہ رہا تھا اس کی گولڈن براؤن آنکھوں سے وہ کسی احساس کا کسی رشتے کا کسی بے نام تعلق کا عکس دیکھ چکی تھی اور اس عکس سے دل دامن چھڑا لیتا...... ناممکن!

◈......◈......◈

اس نے پاکستان کال کی تو منجھلے چاچو کی چھوٹی بیٹی سارہ سے بات ہوئی تھی اس کا کہنا تھا کہ ربیعہ کی امی ہاسپٹل میں ہیں ان کو دو روز پہلے ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور ماں کے ہارٹ اٹیک کی خبر سن کر ربیعہ کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ گیا تھا وہ خود چکرا گئی تھی کچھ فاصلے پہ کھڑے ایڈی نے فوراً موبائل اٹھایا۔

''ہیلو...... ہیلو آپی۔'' دوسری طرف سارہ اسے پکار رہی تھی۔ ایڈی کو اس کی آواز بہت بھلی لگی تھی۔ کچھ بولنا چاہا پھر کال بند کر دی اور اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

''واٹ ہیپنڈ؟''

''میری امی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور..... اور آنٹی نے ان کو فون کر کے بتایا ہے کہ میں نے ایک لڑکے کے ساتھ مل کر بوبی کو مارا ہے اور وہاں سے بھاگ گئی ہوں کیونکہ میں اس لڑکے کے ساتھ جانا چاہتی تھی اور بوبی نے روکنے کی کوشش کی تھی اس لئے ہم نے اسے زخمی کر دیا بلکہ قاتلانہ حملہ کیا ہے۔'' وہ بتاتے ہوئے رو پڑی اس کی رنگت اس الزام پہ متغیر ہو چکی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کا سارا خون نچوڑ کر اس میں زردی بھر دی ہو وہ بہت دور تک سوچ رہی تھی جبکہ وہ بوبی کو سوچ رہا تھا۔

''بوبی کون ہے؟'' اس کے استفسار پہ ربیعہ نے اپنے پاکستان سے آنے سے لے کر نجمہ بیگم کے گھر سے بھاگنے تک کی تمام روداد سنا ڈالی تھی اور وہ جواباً وہ بھڑک اٹھا تھا۔

''پاکستان جھوٹے ہوتے ہیں، تم بھی جھوٹی ہو۔''

اس کی بات سن کر وہ یکدم اشتعال میں آ گیا تھا اور ربیعہ کتنی دیر حیرت زدہ سی رہی کہ آخر اسے کیا ہوا ہے؟ وہ اتنی نفرت کیوں کرتا ہے ہم سے؟

''میں پاکستان جانا چاہتی ہوں پلیز تم مجھے یہاں سے نکلنے میں مدد کرو، میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔'' وہ کھانا کھاتے ایڈی کے سامنے آ بیٹھی وہ اس کی آخری بات پہ ٹھہر سا گیا تھا۔

''حالانکہ تم لوگ سب سے پہلے ''یہی'' چیز بھولتے ہو۔'' اس کی بات بڑی نوکدار تھی ربیعہ کے دل میں چبھی تھی۔

''ہرگز نہیں! یہ چیز ہم لوگ مر کے بھی نہیں بھولتے ہاں کچھ مجبوریوں اور وجوہات کی بنا پر نظر انداز ہو سکتی ہے لیکن بھول نہیں سکتی ہمارا ضمیر ہمیں کچوکے لگاتا رہتا ہے کہ ہم پہ کسی کا احسان ہے اور ہمیں اس کا بدلہ چکانا ہے۔''

''پھر تم میرے احسان کا بدلہ کیسے چکاؤ گی کیونکہ جیسے ہی تم یہاں سے نکلیں تو پاکستان چلی جاؤ گی۔''

''تم ایک بار پاکستان آجانا میں تمہارے ہر احسان کا بدلہ چکا دوں گی سوائے ایک احسان کے۔'' وہ بڑی عقیدت سے بولی۔''ایڈی نے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے سوالیہ نظر سے دیکھا۔

''جو تم نے اپنے لوفروں سے میری عزت بچا کر اور مجھے تحفظ دے کر کیا ہے کیونکہ یہ عزت چیز ہی ایسی ہے اس کا کوئی بدل نہیں، کوئی مول نہیں اور جو اس کی حفاظت کرے اس کو میلی نظروں سے بچائے اس کا احسان زندگی بھر نہیں اتارا جا سکتا۔''

''اچھا بول لیتی ہو ویسے میرے سامنے ذرا کم بولا کرو مجھے اپنی دھن میں باتیں کرنے والی لڑکیاں کافی اپیل کرتی ہیں۔'' وہ کرسی دھکیل کر کھڑا ہوا تو ربیعہ بوکھلا گئی۔

وہ تو دودھ کی جلی چھاچھ بھی پھونک کر پینے کی عادی ہو گئی تھی رات کو سونے سے پہلے چار پانچ مرتبہ لاک کو چیک کر کے سوتی اور دیر تک قرآنی آیات کا ورد کرتی رہتی اور اپنے آپ کو اپنے رب کے سہارے چھوڑ دیتی تھی جو سب کی عزتوں کا محافظ اور سب کا چاہنے والا تھا۔ پھر کتنے ہی دن وہ اس سے کچھ نہ کہہ سکی لیکن یوں چپ ہونے سے بھی مسئلے کا حل نہیں نکل سکتا تھا مجبوراً دوبارہ ہمت کرنا پڑی اور اپنے تاثرات کنٹرول کر لیے۔

''تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟'' اس سے پہلے کہ وہ بات شروع کرتی وہ خود ہی بول پڑا تھا۔

''میرے پاس نہیں ہے۔''

''یہی تو پوچھ رہا ہوں کہاں ہے؟'' اب کی بار وہ پھر غصے میں آ گیا تھا وہ کافی گرم مزاج آدمی تھا فوراً غصے میں آ جاتا تھا۔

''وہ آنٹی کے گھر میں ہے۔'' اس نے آہستگی سے بتایا۔

''تو پھر تم واپس کیسے جا سکتی ہو؟ بغیر پاسپورٹ کے نکلنا ممکن نہیں اور اگر یہ کوشش کی جائے تو ظاہر ہے تم ال لیگل کیس بن جاؤ گی۔ پھر تمہیں یا تو پاکستانی پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا یا پھر......''

''لیکن میرا پاسپورٹ ہے تو سہی۔''

''مگر اس پاسپورٹ کو لینے کے لیے تمہیں اپنی آنٹی کے گھر جانا ہو گا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا ٹھیک ہے کہ تمہیں پولیس کے پاس جانا ہو گا آخر تم ایک مجرم ہو تم نے بوبی کو زخمی کیا ہے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں اور آج کل تم فرار ہو چکی ہو اور پولیس کو مطلوب بھی ہو۔''

''تو پھر کیا کروں؟'' وہ روہانسی ہونے لگی۔

''میرے پاس رہو، باقی سب کو بھول جاؤ'' وہ لاپروائی سے کہتا ٹی وی آن کر کے انگلش چینلز سرچ کرنے لگا تھا جن پہ بے ہودگی عروج پہ تھی۔

''تم میری بات سنجیدگی سے کیوں نہیں لیتے یا تو مذاق میں اڑا دیتے ہو یا غصہ دکھانے لگتے ہو؟'' اسے ایڈی پہ غصہ آنے لگا تھا۔

''جھوٹ بولنے والوں کی بات میں سنجیدگی سے نہیں لیتا اور تم بھی مجھ سے......''

''جھوٹ؟ کس نے بولا ہے جھوٹ، تم ہمیشہ جھوٹ کی گردان کرتے ہو لیکن مجھے یہ تو بتاؤ کہ اس دنیا میں کون ہے جو جھوٹ نہیں بولتا؟ امریکہ، فرانس، انگلینڈ، جرمن، انڈیا، سری لنکا کونسا ایسا ملک ہے جہاں جھوٹ نہیں بولا جاتا؟ کونسا شہر، کونسا گاؤں، کونسا ایسا گھر ہے جہاں جھوٹ نہیں بولا جاتا؟ ہونہہ سب جھوٹے ہیں تم خود جھوٹے ہو صرف پاکستانی جھوٹے نہیں ہوتے پوری دنیا جھوٹی ہے تمہاری آنکھیں جھوٹ بولتی ہیں تمہاری زبان جھوٹ بولتی ہے تم ایک جھوٹی زندگی جی رہے ہو تم سرتاپا جھوٹ ہو، مجھے جھوٹا کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں میرا مذہب سچا ہے۔ میرا ایمان سچا ہے، میرا رب سچا ہے اور میرا اپنے رب پہ یقین سچا ہے اس لئے میں بھی سچی ہوں۔

مجھے تمہارے کسی سرٹیفکیٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں سچی اور کھری ہوں تو اس وقت تمہارے پاس موجود ہوں اگر جھوٹی اور کھوٹی ہوتی تو اپنے انجام کو پہنچ چکی ہوتی بوبی سے بچنا میری اپنی ہمت تھی لیکن تمہارے دوستوں سے بچ جانا تمہاری ہمت تھی کیونکہ تمہیں میری سچائی اور پاکیزگی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے میری مدد کے لئے بھیجا تھا ورنہ تم خود سوچو پاکستانیوں اور مسلم لوگوں سے نفرت کرنے والا ایک شخص پاکستانیوں اور مسلم لوگوں کی عزت کیسے بچا سکتا ہے؟ اور کیوں؟'' وہ یکدم بپھری تھی اور سب کہتی چلی گئی تھی ایڈی دم بخود اسے دیکھ اور سن رہا تھا اسے امید نہیں تھی کہ وہ گم صُم رہنے والی کم گو سی لڑکی اتنا کچھ بول سکتی ہے۔

''مسٹر ایڈی ڈارسن! ان فیکٹ تم خود جھوٹے ہو۔ تمہارا اندر کچھ ہے اور باہر کچھ! تم بولتے کچھ اور سوچتے کچھ اور ہو! تمہاری آنکھیں کچھ اور قصہ سناتی ہیں تمہارے ہونٹ کچھ اور ہی کہانی بیان کرتے ہیں! تم آگے کو بھاگتے ہو لیکن قدم تمہارے پیچھے کی طرف گامزن ہیں تمہاری شخصیت کے دو رُخ ہیں لیکن مجھے امید ہے تمہاری شخصیت کا جو رخ زیادہ روشن ہے وہ تاریک رخ پہ حاوی ہو جائے گا پھر تم ایک ہی سمت میں سوچو گے اور ایک ہی سمت میں بولو گے تمہاری ایک ہی کہانی ہوگی اور ایک ہی شخصیت ہوگی یہ دوغلا پن ختم ہو جائے گا۔''

''یہ دوغلا پن بھی تو تم لوگوں کی مرہونِ منت ہے تم لوگ نہ ہمارے ملک میں آؤ اور نہ ہم ایسے بنیں۔'' وہ یکدم دھاڑا تھا۔

''جن کے قول و فعل مضبوط ہوں جو ثابت قدم ہوں انہیں کوئی بھی اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتا نہ ہم نہ تم۔''

''لیکن تم لوگ ہٹا لیتے ہو کیونکہ ہمیں تم لوگوں میں کشش محسوس ہوتی ہے ہم لوگ پاکستانیوں کو یا پھر مسلمانوں کو اپنا سمجھنے لگتے ہیں مگر تم لوگ اپنا بن کر دھوکہ دینے میں ماہر ہوتے ہو کیونکہ جس وقت تم لوگ اپنے ملک سے نکلتے ہو تو دھوکہ دینے کا ارادہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم اپنے گھر والوں سے کہہ کے آتے ہو کہ ڈالرز اور پاؤنڈ کما کر ان کو بھیجو گے اور ان ڈالرز اور پاؤنڈ کمانے کے لالچ میں تم لوگ یہاں کے لوگوں کو ہی نہیں ان کے دلوں کو بھی فریب دے جاتے ہو کیونکہ تم لوگوں کا ٹارگٹ صرف کرنسی ہوتی ہے ''صرف کرنسی'' اور اس کرنسی کو پانے کے لئے محبتوں کے ڈرامے

رچاتے ہو، تعلیم کا بہانہ کرتے ہو، غربت کا رونا روتے ہو اور یہاں جھوٹی شادیاں کرتے ہو کیونکہ تمہیں ان شادیوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی بلکہ ان شادیوں کی وجہ سے ملنے والی "برٹش نیشنلٹی" سے غرض ہوتی ہے تاکہ تم لوگ اس ملک میں آزادانہ گھوم پھر سکو اور دولت کما سکو۔

تم لوگوں کی آنکھوں کے سامنے صرف روپیہ ناچتا ہے یہاں کی عورت تم لوگوں کے لئے ٹشو پیپر ہوتی ہے جس کو کام کے وقت استعمال کر کے پھینک دینا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے اور اب وہ عورت پریگننٹ ہو جائے یا مر جائے تم لوگوں کو کوئی غرض نہیں اس عورت کے بطن سے بیٹا ہو یا بیٹی تمہاری بلا سے چاہے بھاڑ میں جائے تم لوگوں کی جو غرض تھی وہ تو پوری ہوگئی اب عمر بھر کی ذمہ داریوں کا طوق ڈالنے سے بھلا کیا فائدہ؟ کیونکہ فائدہ تو تم لوگوں کو ان بیویوں سے ہوتا جو پاکستان میں چار دیواری میں بیٹھی ان کے بچے پیدا کر رہی ہوتی ہیں ان کی نسل کو بڑھا رہی ہوتی ہیں اس کی جائیداد کے وارث جنم دیتی ہیں اس جائیداد کے وارث جو یہاں کی عورتوں کے بل بوتے پر بنائی گئی ہوتی ہے۔

ربیعہ رحیم، پاکستانی مرد جب غربت سے تنگ ہو کر ہمارے ممالک کا رخ کرتا ہے تو سب سے پہلے جانتی ہو کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے کہ "یہاں سے جاؤں گا اور کسی گوری میم سے شادی کرلوں گا ان کا بھلا کیا جاتا ہے جب چاہے چھوڑ دوں میں بھی چھوڑ دوں گا آخر پیار تو مجھے اپنی رانو، شنو، چھمو یا پھر نسرین، پروین سے ہی ہے لوٹ کر تو اسی کے پاس آؤں گا نا؟ اب یہاں کی عورت ان کے لئے کیا کیا سوچتی ہے کیا کیا جذبات رکھتی ہے انہیں کس کس مصیبت سے نکالتی ہے وہ سب بھول جاتے ہیں انہیں بس اپنے باپ دادا کی نسل کو کما کر کھلانے کی فکر ہوتی ہے اور جب اچھی طرح اس فکر سے آزاد ہو جاتے ہیں تو پھر یہاں کی عورت "گوری میم" کو بھی آزاد کر دیتے ہیں چاہے وہ اس آزادی پہ خوش نہ ہو، چاہے وہ ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہو، چاہے وہ روتی رہ جائے ان کو نہیں رکنا اور وہ نہیں رکتے وہ واپس چلے جاتے ہیں کبھی طلاق دے کر! کبھی بچہ دے کر! اور کبھی کچھ بھی نہ دے کر کیونکہ جانے سے پہلے کچھ نہ کچھ دینا تو ان پہ فرض ہوتا ہے نا! چاہے وہ دغا اور فریب ہی کیوں نہ ہو! اور ایسے میں ایڈی ڈارسن تم لوگوں سے نفرت ہی کر سکتا ہے محبت تو نہیں آخر کو میں بھی تو ایک "فریب" ایک "جھوٹ" ایک دھوکے کی پیداوار ہوں۔"

وہ اپنے دل میں جلتے بھانبھڑ ربیعہ کی سماعتوں میں انڈیل چکا تھا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا گولڈن براؤن آنکھیں جل رہی تھیں وہ شدت غضب سے پاگل ہونے کو تھا جب کچھ نہ بس چلا تو قریب پڑا گلدان اٹھا کر دیوار میں نصب ٹی وی اسکرین پر دے مارا جو سیکنڈوں میں اس کی وحشت کا نشانہ بن کے کرچیوں میں بدل گیا تھا اور پھر دھڑ دھڑ کرتا وہاں سے چلا گیا۔

ربیعہ پتھرائی ہوئی کھڑی تھی وہ اس شخص کی باتوں پہ ساکت تھی کہ وہ ان باریکیوں کو کیسے جانتا ہے وہ تو انگریز ہے اس کا نام ایڈی ڈارسن ہے......لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کہ "میں بھی ایک دھوکے کی پیداوار ہوں تو پھر؟" وہ اکیلی بیٹھی کڑی سے کڑی ملا رہی تھی مگر ان کڑیوں سے زنجیر مکمل ہونے والی نہیں تھی اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا وہ شخص تو اس کے لئے معمہ بن گیا تھا اس کے الفاظ دماغ میں گردش کر رہے تھے۔

❁......❁......❁

پچھلے اڑتالیس گھنٹوں سے لگاتار بارش ہو رہی تھی اور بارش بھی ایسی کے وقفے وقفے سے طوفان بھی اس کے کھیل میں شامل ہو جاتا تھا اور تب برف باری بھی اپنا اختیار کھو دیتی تھی ایڈی دو دن سے غائب تھا اور دو دن سے وہ اکیلی گھٹ گھٹ کے جی رہی تھی کچن میں کھانے کے لئے کچھ بھی

نہیں تھا جوس کے دو ڈبے اور سلائس کا ایک پیکٹ تھا جو دو دن کی بھوک کا سامان بن گئے تھے اور اب تو وہ بھی نہیں تھے فون کی سہولت بھی نہیں تھی۔

اسے لگ رہا تھا کہ وہ شخص اسے قید کر کے اب کبھی نہیں آئے گا جو کچھ وہ اس کے منہ سے سن چکی تھی وہ اندازہ لگانے کے لئے کافی تھا لیکن یوں ایک ویران اور سنسان جگہ پر چپ چاپ مر جانا بھی تو خودکشی کے مترادف تھا اسے کم از کم اپنے جینے کے لئے تو جدوجہد کرنا چاہیے تھی لیکن کرتی بھی کیا؟ یہاں سے بھاگ نکلتی تو آگے پتہ نہیں کس کے ہتھے چڑھ جاتی یا پھر پولیس ہی اسے گھیر لیتی الٹا لینے کے دینے پڑ جاتے بوبی کے ساتھ ساتھ ایڈی کے دوست بھی انتقام لینے کے لئے تڑپ رہے تھے مجرم تو وہ ایک کی تھی مگر کیس دو بن گئے تھے اور ان دونوں سے بچ نکلنا اس اکیلی کے لئے ناممکن تھا وہ ایڈی کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی تھی اور اب اسے ایڈی سے حتمی بات کرنا تھی جس کے لئے اس کا انتظار کرنا زیادہ ضروری تھا۔

''ایڈی اللہ کے لئے چلے آؤ، کہاں چلے گئے ہو؟'' بڑبڑاتی ہوئی سیڑھیوں پہ بیٹھی وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ہوئے رو رہی تھی اس کی امیدوں کا واحد مرکز صرف ایڈی تھا اسے اس کا وجود اللہ کی طرف سے نعمت لگا تھا وہ اس کے لئے فرشتہ ثابت ہوا تھا لیکن فی الحال وہ اس کی آمد کے لئے پریشان تھی۔ وہ یونہی سیڑھیوں پہ بیٹھے بیٹھے سوگئی تھی جب بیرونی دروازہ دھاڑ سے کھلا تھا اور وہ اندر داخل ہوا ربیعہ نے گڑبڑا کے سامنے دیکھا یہ سیڑھیاں بیرونی دروازے کے بالکل سامنے تھیں یہ گھر بھی کافی چھوٹا تھا۔

ایڈی دروازہ بند کر کے آگے بڑھا تو اس کی چال سے ہی اندازہ ہوگیا کہ وہ نشے میں ہے بلیک لیدر جیکٹ میں ملبوس وہ سرتاپا بارش میں بھیگا ہوا تھا غیر متوازن قدم اٹھاتا وہ سیڑھیاں چڑھتا قریب آیا اور اسے دیکھ کر ہنسا تھا۔

''قسم سے بیوی لگتی ہو۔'' اس نے ذرا سا جھکتے ہوئے کہا اور ربیعہ نے سلگ کر اسے دیکھا۔

''اپنی حد میں رہ کر بات کیا کرو جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہو......!''

''اوہ غصہ؟ خیر چھوڑو بیوی بنوگی میری؟'' اس کا دماغ یقیناً چل گیا تھا ربیعہ یکدم کھڑی ہوگئی تھی۔

''میرا خیال ہے تم ٹھیک نہیں ہو، صبح بات ہوگی۔''

وہ پلٹ کر کمرے میں چلی گئی اور دروازہ اچھی طرح بند کر لیا لیکن ایڈی وہیں بیٹھ گیا جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی اتنی شدید سردی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ رہی تھی وہ بے حس بنا بیٹھا تھا حالانکہ کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔

❁......❁......❁

''بیٹا تم واپس آنے کی کوشش کرو یہاں تو لوگوں نے پتہ نہیں کیا کیا افسانے بنا لئے ہیں تمہاری خالہ نے سارے خاندان والوں کو جو کہانی سنائی ہے ہم تو کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے۔'' رحیم صاحب کافی پژمردہ ہو رہے تھے ربیعہ کا دل ڈوبنے لگتا تھا۔

''ابا جان پلیز آپ لوگوں کی باتوں کو سیریس مت لیں میں...... میں واپس آؤں گی تو آپ کو ہر بات بتاؤں گی بس مجھے میرا پاسپورٹ مل جائے مجھے نہیں رہنا یہاں...... یہاں کے لوگ ہمیں پسند نہیں کرتے۔'' اس نے آخری بات کہتے ہوئے کچن میں سامان رکھتے ایڈی کو دیکھا تھا وہ اسے دیکھ کر رخ موڑ گیا تھا۔

''اللہ حافظ۔'' تھوڑی دیر بعد وہ آہستگی سے بولی اور ایڈی نے سرسری نظر سے اسے دیکھا تھا......

''تھینک یو۔'' موبائل اس کو واپس دیتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور وہ خاموشی سے موبائل لے کر اپنے ٹراؤزر کی جیب میں رکھ چکا تھا اور وہ آگے بڑھ کے کھانا بنانے لگی اس نے جان بوجھ کر پاکستانی ڈشز بنائی تھیں اور وہ جب کھانے بیٹھا تو بری طرح چونکا کھانا بے حد لذیذ تھا لیکن تعریف میں بخل سے کام لے گیا تھا اس نے بڑی رغبت سے کھایا وہ کھانے کے ساتھ کولڈ ڈرنک لینا چاہتا تھا مگر ربیعہ نے پانی کی بوتل کی طرف اشارہ کیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ماننا پڑا تھا۔

''یہاں تمہارا اور کوئی جاننے والا نہیں ہے؟ کوئی رشتہ دار وغیرہ جس کے توسط سے تم اپنا پاسپورٹ حاصل کر سکو۔'' ایڈی کے پوچھنے پر اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

''آنٹی کی فیملی میں کوئی اتنا اچھا بھی نہیں جو تمہاری مدد کر سکے۔'' اس کی بات پہ ربیعہ کے ذہن کے پردے پہ کاشف کی شبیہ لہرائی تھی۔

''کاشف!''

''وہ تمہارا منگیتر؟'' اس کی اتنی جلدی بولنے پہ اس نے فوراً ایڈی کو دیکھا جو پل میں بے تاثر ہو گیا تھا۔

''وہ میرا منگیتر تھا اب نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے باقی سب سے اچھا ہے شاید۔''

''اس کا ایڈریس یا پھر کانٹیکٹ نمبر جانتی ہو؟''

''ہاں۔''

''ٹھیک ہے پھر کل اس سے ملتے ہیں۔''

''لیکن وہ پولیس؟''

''پولیس فی الحال مانچسٹر میں ہمیں ڈھونڈ رہی ہے اور ہم اس وقت ''لیور پول'' شہر میں موجود ہیں اس کے علاوہ ہم دونوں حلیہ چینج کر کے جائیں گے کیونکہ میرے دوست مجھے پہچان نہ سکیں گے ویسے بھی مجھے کل اپنی مام سے بھی ملنا ہے وہ بھی لندن میں ہوتی ہیں۔'' وہ سارا پروگرام ترتیب دیتا کچھ ریلیکس ہو گیا تھا اور وہ نئے سرے سے تفکرات میں گھر گئی تھی کاشف کے سوالات کے جوابات بھی تو دینا تھے اور اگر کوئی یہ پوچھ لیتا کہ وہ اکیلی ایک اجنبی مرد کے ساتھ رہ رہی ہے تو؟

بارش کا سلسلہ ابھی بھی جاری تھا اس کے باوجود وہ لندن پہنچ چکے تھے ربیعہ کے بتائے ہوئے ایڈریس پہ پہنچے تو ایڈی کے قدم سست پڑ گئے تھے سامنے ہی کاشف کا فلیٹ تھا۔

''تم جاؤ......'' وہ خود باہر رک گیا تھا۔

''لیکن میں اکیلی؟'' ربیعہ کو گھبراہٹ ہوئی۔

''وہ تمہارا کزن ہے ڈرنے کی کیا بات ہے؟'' اس نے تسلی دی۔

''کزن تو بوبی بھی تھا۔'' ربیعہ کی بات درست تھی۔

''ڈونٹ وری میں باہر کھڑا ہوں تمہیں جو بھی بات کرنی ہے کرلو ورنہ ہاتھ پاؤں ہلانا مجھے آتا ہے۔'' اس نے ربیعہ کو پریشانی سے نکالا وہ کچھ مطمئن ہوگئی تھی اور آگے بڑھ کے ڈور بیل پہ ہاتھ رکھ دیا تھا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور وہ اندر آگئی لیکن جاتے جاتے ایڈی کی سمت دیکھنا نہیں بھولی تھی وہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ دروازہ کھولنے والی ایک لڑکی تھی ربیعہ اسے اور وہ ربیعہ کو دیکھ کر حیران تھی۔

''کاشف ہے؟''

''ہاں بیڈروم میں ہے۔'' اس نے سامنے والے کمرے کی سمت اشارہ کیا تھا۔

''آپ کون ہیں؟''

''مسز کاشف۔'' اسے یکدم دھچکا سا لگا آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

''ہیلن کون ہے وہاں؟'' کاشف شرٹ پہنتا ہوا باہر آیا لیکن ربیعہ کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

''ربیعہ؟''

''جی مجھے آپ سے ضروری بات کرنا تھی۔'' وہ اپنے آپ کو سنبھال چکی تھی آخر یہ دھچکا کچھ کم تو نہیں تھا کہ نجمہ بیگم نے ہی نہیں کاشف نے بھی اسے دھوکہ دیا تھا شاید یہاں قدم قدم پہ تھا ہی دھوکہ......

''آؤ بیٹھو۔'' اس نے ہیلن سے نظر بچاتے ہوئے اسے صوفے کی سمت اشارہ کیا۔

''تھینک یو۔'' وہ کافی تکلف سے بیٹھی تھی۔

''کہاں تھیں تم اتنے دنوں سے؟ میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا؟ کیا بات ہوئی تھی تم نے بوبی کو......''

''بوبی نے بہت بے ہودہ حرکت کرنی چاہی تھی اور اپنی عزت سے بڑھ کر کسی کو جان پیاری نہیں ہوتی مجھے اس وقت جو بھی بہتر لگا وہ میں نے کیا اگر لائبہ پولیس کو کال نہ کرتی تو میں گھر سے ہرگز نہ جاتی مگر پولیس کی حراست سے بچنے کے لئے مجھے وہاں سے جانا پڑا۔''

''لیکن ربیعہ تم مجھے بتا سکتی تھی تم مام کو بتا......''

''اس مام کو جنہوں نے خود میرے ساتھ کھیل کھیلا جنہوں نے بھانجی کے رشتے کی آڑ لے کر دھوکہ دیا جنہوں نے اپنے شادی شدہ بیٹے سے مجھے منسوب کر دیا جنہوں نے مجھے لے جا کر کلب میں کھڑا کر دیا کہ میں وہاں جاب کروں؟ جنہوں نے مجھے یونیورسٹی میں پڑھنے کا خواب دکھایا؟ بولیں کاشف کیوں کیا آپ لوگوں نے ایسا؟ کیوں مجھے رسوا کر دیا مجھے ذلیل کر کے رکھ دیا کیوں میرے ماں باپ کی سادگی کا فائدہ اٹھایا؟ کیا حاصل تھا آپ لوگوں کو؟'' وہ بات کرتے کرتے رو پڑی اور کاشف کا سر ندامت سے جھک گیا تھا۔

''کاشف پلیز مجھے صرف ایک مرتبہ بتا دیں کہ آپ لوگوں نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟ کیا مقصد تھا آخر؟'' وہ روتی ہوئی چیخ اٹھی تھی۔

''پلیز کول ڈاؤن میں بتاتا ہوں تمہیں، تم یہ پانی پیو۔'' اس نے تیزی سے پانی کا گلاس ربیعہ کی سمت بڑھایا۔

''نہیں مجھے کچھ نہیں چاہئے بس میری بات کا جواب دے دیں۔'' اس نے پانی پینے سے انکار کر دیا تھا۔

''دیکھو ربیعہ یہ ایک ایسا ملک ہے جہاں کوئی کسی کا ملازم نہیں ہوتا میرا مطلب ہے کہ گھروں میں نہ کوئی صفائی ستھرائی کرنے والا نہ برتن اور کپڑے دھونے والا اور نہ ہی کھانا پکانے والا سب کو اپنے کام خود کرنا پڑتے ہیں لیکن مصروفیت اتنی ہوتی ہے کہ کام کے وقت بھگدڑ سی مچ جاتی ہے جبکہ پاکستان میں تو گھر کے کام کرنے کے لئے ہر ایج اور ہر کام کے ملازم مل جاتے ہیں اور آسانی رہتی ہے لوگ پرسکون رہتے ہیں اور یہی پرسکونی دیکھ کر مام کو خیال آیا کہ کیوں نہ ان کے گھر میں بھی کوئی کام کرنے والا ہو۔

اور تب ان کی کسی دوست نے بتایا کہ وہ اپنی بھتیجی کو پاکستان سے بہو بنا کر لائی ہیں اور وہ گھر کے سارے کام سنبھال لیتی ہے اور وہ خود آزاد ہو گئی ہیں دراصل یہاں رہنے والے لڑکے لڑکیاں پڑھتے اور کام کرتے ہیں اسی لئے وہ بھی کام سے کتراتے ہیں اکثر ہوٹلنگ ہوتی ہے کپڑے دھونے کی بجائے پھینک دیئے جاتے ہیں ڈسپوزیبل برتن استعمال ہوتے ہیں ماہانہ وار گھر کی صفائی ہوتی ہے یوں بہو اور وہ بھی مشرقی بہو کے آ جانے سے ان کے سارے کام سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں انہی دنوں وہ میرے ساتھ پاکستان گئیں اور بے دھیانی میں ایک روز میں نے تمہارے بارے میں بات کر دی اور تب ان کے دماغ نے ساری کہانی ترتیب دے ڈالی تھی ویسے بھی انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ تم گھر کے کاموں میں بھی دلچسپی رکھتی ہو اور سادہ مزاج اور خاموش طبع ہو انہوں نے مجھے بتائے بغیر تمہاری امی سے بات کر لی میں نے انہیں روکا بھی تھا کیونکہ کالج لائف میں میں ہیلن کو پسند کرنے لگا تھا اور اس پسندیدگی کے جنون میں شادی بھی کر بیٹھا تھا مگر ہیلن کے ساتھ رہنے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ کافی تیز مزاج ہے اور میں ایسا نہیں تھا اب اسے چھوڑنا بھی اتنا آسان نہیں تھا کیونکہ وہ میرے بچے کی ماں بن چکی تھی لیکن جیسے ہی ہیلن کو پتہ چلا کہ تم میری منگیتر ہو وہ خود بخود ہی سدھر گئی اب وہ بالکل ویسی بن چکی ہے جیسا میں چاہتا تھا اس لئے اب اس کو چھوڑنے کے لئے میرا دل راضی نہیں میں اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں اس لئے میں تم سے شرمندہ......''

ربیعہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ کہنے سے روک دیا تھا جو کچھ وہ سن چکی تھی اب اور گنجائش نہیں تھی۔

اس کی خالہ جانی اسے نوکرانی کی کمی دور کرنے کے لئے لائی تھیں انہیں نوکرانی کی ضرورت تھی بھانجی اور بہو کی نہیں اور ربیعہ اتنے دھچکوں سے گزرتے گزرتے اب کافی مضبوط اعصاب کی ہو گئی تھی اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے سب سوال اور شکوے ختم ہو گئے تھے کیونکہ رشتے ختم ہو گئے تھے رشتوں سے احساس ختم ہو گیا تھا محبت اور اپنائیت ختم ہو گئی تھی خلوص کی کمی ہو گئی تھی اور جب کچھ بھی نہیں رہا تھا تو افسوس کیوں رہتا؟ وہ بھی ختم ہو گیا۔

''میں واپس جانا چاہتی ہوں۔'' ''یہ تو بہت اچھی بات ہے تم اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کر سکتی ہو۔'' کاشف کو خوشی ہوئی۔

''لیکن میرا پاسپورٹ میرے پاس نہیں ہے۔''

''وہ تو مام کے پاس ہوگا۔''

''ہاں لیکن اس کے لئے آپ کو میری مدد کرنا ہوگی پلیز آپ کسی نہ کسی طرح میرا پاسپورٹ اور میرے ڈاکومنٹس مجھے لادیں۔'' ربیعہ نے التجا کی اور وہ کچھ سوچتے ہوئے سر ہلانے لگا۔

''ٹھیک ہے میں تمہیں دو، تین روز تک لادوں گا لیکن مام کو پتہ نہ چلے کہ تمہاری مدد میں نے کی ہے۔''

''اوکے اینڈ تھینک یو......'' وہ فوراً کھڑی ہوگئی تھی۔

''چائے......'' وہ کھڑی ہوئی ہی تھی کہ ہیلن اس کے لئے چائے لے کر آگئی اور چاہ کر بھی ربیعہ انکار نہ کرسکی اور کپ تھام لیا۔

''کاشف میرے ساتھ جو کچھ ہوا میری قسمت میں تھا میں اپنے رب کی رضا میں راضی ہوں لیکن تم سے ایک ریکویسٹ کروں گی کہ پلیز ہیلن کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا اسے چھوڑنے کا کبھی سوچنا بھی مت صرف تمہاری خاطر وہ کیا سے کیا ہوگئی ہے ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بے وفا ہوتے ہیں حالانکہ یہ لوگ ہم سے زیادہ وفادار اور پرخلوص ہوتے ہیں بس ان کی وفا کو ٹھیس نہیں لگانی چاہئے بلکہ اتنی محبت دینی چاہئے کہ وہ ہمارے سوا کسی اور کا ہونے کا سوچیں بھی نہیں کیونکہ وفا سے محبت پیدا ہوتی ہے اور بے وفائی سے نفرت اور میرا خیال ہے اس دنیا میں محبت کی کمی ہے اس لئے محبت پیدا کرنی چاہئے دوسرے لفظوں میں یہ کہوں گی کہ وفا ہی کرنی چاہئے، چاہے ہمارے مقابل کوئی مسلمان ہو عیسائی ہو یا پھر ہندو! کیونکہ وفا سے ہر کوئی موم ہو جاتا ہے وہ شعر شاید آپ نے سنا ہو کہ:

تخاطب ہے تجھ سے خیال اور کا ہے

یہ نکتہ وفا میں بڑے غور کا ہے

اس لئے میں چاہتی ہوں جس سے ہم مخاطب ہوں ہمارے خیال میں ہی نہیں دل و دماغ پہ بھی وہی وہ چھایا ہو اگر ہم دوغلی پالیسی سے کام لیں تو ہم نہ اپنے آپ کے ساتھ انصاف کرتے ہیں نہ دوسرے کے ساتھ اوکے چلتی ہوں۔''

بڑے دلکش سے انداز میں کاشف کو سمجھاتی کپ رکھ کے کھڑی ہوگئی اور جاتے جاتے انگیج منٹ کی انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار کر ہیلن کے ہاتھ میں پہنا گئی تھی باہر نکلتے ہی اس نے ایڈی کو دیکھا لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا جہاں وہ چھوڑ کے گئی تھی۔

''ایڈی......ایڈی۔'' اس نے آگے پیچھے دیکھتے ہوئے پکارا وہ بے حد ہراساں ہو چکی تھی چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اندھا دھند سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ اسے ہی پکار رہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہمیشہ کے لئے کھو گیا ہو۔

''ایڈی......'' بلڈنگ سے باہر نکلتے ہوئے وہ چیخی اسے ایڈی کہیں بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

''ایڈی!'' اس نے آنسوؤں کے باوجود پوری قوت سے پکارا لب کپکپا رہے تھے دل کی دنیا اندھیر ہونے لگی تھی۔

''اتنا پیار کرتی ہو مجھ سے؟'' اس کی دل جلانے والی آواز ربیعہ کے عقب سے ابھری تھی وہ یکدم اس کی سمت پلٹی وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے کھڑا بڑے دلبرانہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا اس کے گولڈن براؤن سلکی بال اس کی سفید روشن پیشانی پہ بکھرے تھے اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ان بالوں کو کچھ اور بے ترتیب کرتے ہوئے گزرتے جا رہے تھے۔

ربیعہ اسے یوں ترسی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ صدیوں بعد نظر آیا ہو۔ اس نے اک پل میں بہت کچھ کھونے کا تجربہ کرلیا تھا۔
وہ آنسو پونچھتی خفگی سے پلٹ کر پارکنگ کی طرف بڑھنے لگی وہ اس کے پیچھے قدم بڑھا چکا تھا...... وہ اپنے گلاسز اور کیپ پہن چکا تھا ربیعہ نے بھی چادر سے چہرہ ڈھانپ لیا آج وہ اپنی ایک گرل فرینڈ کی گاڑی لے کر آیا تھا اور اپنی گاڑی وہیں لیور پول میں ہی چھوڑ آیا تھا۔

''یہ رولیک ڈسٹرکٹ کی سمت نکلتا ہے جہاں بیٹھ کر شیکسپیئر اپنے شاہکار تخلیق کیا کرتا تھا اور وہیں قریب اس کا کاٹیج بھی ہے۔'' وہ موڑ کاٹتے ہوئے اسے بتارہا تھا ربیعہ نے دلچسپی سے دیکھا تھا۔

''کیا میں دیکھ سکتی ہوں؟''

''نو! ایسا ممکن نہیں ہم دونوں ہی 'ہیلپلیس' ہو چکے ہیں ہم 'ایک دوسرے' کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتے۔''

وہ مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھ رہا تھا اور ربیعہ گلاسز کی سیاہی کے باوجود لودیتی آنکھوں سے نروس ہوگئی۔

''پہلے کے مقابلے میں فریش لگنے لگے ہو کوئی خاص بات ہے؟'' وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔

''ہاں!''

''کیا؟''

''آج برمنگھم سے میری گرل فرینڈ آرہی ہے اور ہم اتنے دنوں بعد ملیں گے۔'' ایڈی نے سرشاری سے بتایا لیکن ربیعہ کے ہاتھ نہ جانے کیوں لرز گئے۔

''گرل فرینڈ؟'' آج پتہ نہیں کیوں وہ اتنی بے اختیاری کا مظاہرہ کررہی تھی۔

''آف کورس گرینڈ فرینڈ۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''تمہاری کتنی فرینڈز ہیں؟'' نجانے کیوں آنکھوں کے سامنے دھندسی محسوس ہونے لگی تھی یا پھر سچ مچ ہی دھند کا سماں تھا۔

''تقریباً سترہ، لیکن جولی نیچرلی بہت اچھی ہے میں اسے پسند کرتا ہوں وہ کاٹیج جہاں تم رہ رہی ہو وہ کاٹیج اس کا ہی ہے اور اس نے میری پسند پہ خریدا تھا اس کاٹیج کی ڈپلی کیٹ چابی میرے پاس ہوتی ہے ہم دونوں کے سوا وہاں کوئی نہیں جاتا یہ گاڑی بھی اسی کی ہے جب ہم دونوں ساتھ ہوتے ہیں تو بہت انجوائے کرتے ہیں اس کا فادر بہت امیر ہے پچھلے دنوں بیمار تھا اس لئے جولی کو اپنے پاس برمنگھم بلالیا تھا اب وہ ٹھیک ہے تو وہ واپس آرہی ہے۔''

''پلیز مجھے پیاس لگ رہی ہے پانی چاہئے۔'' ربیعہ کے ماتھے پہ پسینہ پھوٹ پڑا تھا اور دل گھبرانے لگا تھا ایڈی نے ذرا سا جھک کر بیگ سے بوتل نکالی اور اس کی سمت بڑھادی۔

''اتنی سردی میں پیاس طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' اس کے ہاتھ سے بوتل واپس لے کر وہ پیاس کی وجہ دریافت کررہا تھا۔

''ہاں ٹھیک ہوں۔'' اس نے سر جھکایا اور وہ بھی پانی پیتے ہوئے کسی سوچ میں پڑ گیا تھا ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھال رکھا تھا۔

''مام یہ ربیعہ رحیم!'' اس نے اپنی ماں سے اس کا تعارف کرواتے ہوئے بے حد سرسری انداز اپنالیا تھا اور نگاہیں بھی چرالی تھیں۔

''ربیعہ رحیم؟''

''آر یو مسلم؟'' جینیفر کا لہجہ بے یقین تھا وہ تصدیق چاہ رہی تھیں۔

''یس آئی ایم مسلم۔'' ربیعہ ان کی حیرت پہ حیران تھی آخر مسلم ہونے پہ اتنی حیرانی کیوں تھی۔

لیکن یہ عقدہ بعد میں کھلا کہ وہ اس کے مسلم ہونے پہ حیران نہیں تھیں بلکہ ایک مسلم لڑکی کے ساتھ ایڈی کو دیکھ کر حیران تھیں جو شاید مسلم اور پاکستانی لوگوں سے نفرت کرتا تھا اور انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ آج وہی ایڈی خود ایک پاکستان لڑکی کے ساتھ ہے اور اسی بات پہ تو وہ خود بھی کتنی ہی بار حیران ہو چکا تھا کہ آخر ایسی کیا بات ہے جو وہ باقی سب کی طرح ربیعہ رحیم کو بھی نظر انداز نہیں کر سکا بلکہ اس کے لئے اس سے بھی زیادہ متفکر رہتا تھا اور وہ اپنی ہی فیلنگز سمجھنے سے قاصر تھا جو کام پہلے کبھی نہیں کیے تھے وہ سب کر رہا تھا کونسا ایسا جذبہ کونسی ایسی کشش تھی جو اسے ان چاہے کام کرنے پہ مجبور کر رہی تھی وہ جان نہیں پا رہا تھا۔

جینیفر اپنے بیٹے کی اس تبدیلی پہ چونک سی گئی تھیں۔

''پاکستان میں کون سے شہر میں رہتی ہو؟'' انہوں نے ٹیبل پہ کھانا لگاتے ہوئے پوچھا۔

''اسلام آباد میں۔'' جینیفر کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹی اور ٹیبل پہ گر کر ہی دو حصوں میں بٹ گئی ربیعہ پریشان ہو چکی تھی لیکن ایڈی اطمینان سے سر جھکائے سلاد اٹھا اٹھا کر کھاتا رہا۔

''آر یو آل رائٹ آنٹی؟'' ربیعہ نے جینیفر کا ہاتھ تھام لیا تھا اور اتنی اپنائیت پہ ایڈی اور جینیفر نے بیک وقت دیکھا تھا شاید انہیں ''آنٹی'' کی توقع نہیں تھیں۔

''ایم فائن۔''

''آپ بیٹھیں میں کھانا لگا دیتی ہوں۔''

''نہیں مائی سن تم مہمان ہو بیٹھو۔'' وہ ایڈی سے نظر چرا کر کچن میں چلی گئیں۔

''لگتا ہے تم اپنی مام کا خیال نہیں رکھتے!'' ربیعہ کی بات پہ اس نے کاٹ دار نظروں سے ربیعہ کو دیکھا۔

''انہوں نے خود اپنا خیال نہیں رکھا اور میں ان کی اس......'' ایڈی ان کو آتا دیکھ کر چپ ہو گیا تھا۔

پھر کھانے کے دوران ربیعہ جان بوجھ کر جینیفر کے ساتھ باتیں کرتی رہی جبکہ وہ ہنوز آف موڈ کے ساتھ خاموشی سے کھانا کھاتا رہا تھا۔

''کیا آج ہم یہاں نہیں رک سکتے؟'' واپسی کے لئے پر تولتے دیکھ کر ربیعہ نے ایڈی کو روکنا چاہا لیکن آج تو اس کی گرل فرینڈ آ رہی تھی وہ بھلا کیسے رک سکتا تھا اگرچہ جینیفر کا دل چاہ رہا تھا کہ ربیعہ ان کے پاس رک جائے اور وہ اس سے باتیں کریں مگر ایڈی نے سختی سے منع کر دیا تھا۔

''پیٹر وغیرہ جانتے ہیں کہ میری مام لندن میں ہوتی ہیں اور میں سنڈے کو ان سے ملنے آتا ہوں اس لئے وہ کل ضرور انکوائری کریں گے

پہلے بھی وہ ایک دفعہ یہاں پہرہ دے کر جا چکے ہیں اسی لئے میں سنڈے کی بجائے آج ہی آ گیا تھا او کے مام سی یو نیکسٹ ٹائم۔'' وہ تفصیل سے سمجھا کر بولا اور ربیعہ، جنیفر کے گلے مل کر رخصت ہوئی تھی۔

''آئی لو یو مائی سن۔'' جنیفر نے ربیعہ کو پیار کرتے ہوئے کہا اور گاڑی تک چھوڑنے آئی تھیں واپسی پہ دونوں خاموش تھے لیکن لیور پول کی حدود میں داخل ہوتے ہی ربیعہ گھبرا گئی تھی۔

''کیا ہوا؟'' ایڈی نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

''وہ لائبہ اور جانسن۔'' اس نے ہیوی بائیک پر سوار جانسن اور اس کے پیچھے تقریباً لپٹ کر بیٹھی لائبہ کی سمت اشارہ کیا تھا وہ ایک سٹال کے قریب کھڑے تھے۔

''تم جانسن کو جانتی ہو؟''

''ہاں وہ آنٹی کے گھر آتا تھا لیکن اس کے انداز اس کے کام مشکوک ہوتے تھے وہ زیادہ تر لائبہ کے ساتھ نظر آتا اور بہت کم بولتا تھا اتنے عرصے میں ایک دفعہ بھی اس نے مجھ سے بات نہیں کی اور نہ ہی وہ نظر باز لگتا تھا کچھ عجیب سا ہے۔''

''جانسن میرا دوست ہے اور میرا خیال ہے تم نجمہ میڈم کی بھانجی ہو؟''

''ہاں لیکن تم کیسے جانتے ہو؟'' اسے حیرت نے آ گھیرا۔

''وہ مانچسٹر کی ایک مشہور خاتون ہیں ان کا اپنا کلب ہے جانسن اس کلب کا ہیرو ہے اس کے علاوہ تمہاری آنٹی کے سپر سٹور پہ بھی کام کرتا ہے اور ان کی بیٹی لائبہ اس ہیرو کی عاشق ہے تم نے اسے خاموشی میں دیکھا ہے لیکن اندر سے بڑے خطرناک ارادے رکھتا ہے یوں سمجھو عنقریب وہ تمہارا بدلہ لے لے گا، وہ نجمہ میڈم کو بھکاری بنا کے رکھ دے گا کیونکہ نجمہ میڈم کے چھوٹے بیٹے نے جانسن کی بیوی کو قتل بھی کیا تھا اور اب وہ اس......''

''پلیز، بس کرو ایڈی میں پاگل ہو جاؤں گی۔'' اس نے ایڈی کو روک دیا تھا وہ خاموش ہو گیا گھر پہنچے تو جولی پہلے سے موجود تھی اور پھر ان دونوں کو ملتے دیکھ کر ربیعہ سے مزید ٹھہرا نہ گیا تھا وہ تقریباً بھاگتی ہوئی بیڈ روم میں چلی گئی تھی اس کا دماغ آج پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا لیکن ایڈی آج بڑا خوش تھا نیچے میوزک فل والیوم سے بج رہا تھا اور وہ جانتی تھی وہ اپنے ملن کو سلیبریٹ کر رہے ہیں آج کی رات ان کی رات تھی ان کے پاس باتیں تھیں قہقہے تھے، نشہ تھا، مدہوشی تھی، بس ایک چیز نہیں تھی ''محبت'' جو دلوں کے پرنور بناتی ہے جو فاصلوں کو مٹاتی ہے جو بے گانوں کو اپنا بناتی ہے جو روحوں کو سرشار رکھتی ہے کبھی تھکنے نہیں دیتی، کبھی ہارنے نہیں دیتی، کسی کا برا نہیں چاہتی اور نہ ہی برا کرتی ہے......

❁......❁......❁

''ناراض ہو'' گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا ربیعہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا تھا وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

''اے میں کیا پوچھ رہا ہوں؟ ناراض ہو مجھ سے؟''

''میں تم سے بھلا کیوں ناراض ہونے لگی؟ میرا اور تمہارا رشتہ کیا ہے سوائے انسانیت کے؟'' وہ اپنے آنسو دل پہ گرانے لگی تھی۔

''کیا تم پورے یقین سے کہہ رہی ہو کہ ہمارے درمیان صرف انسانیت کا رشتہ ہے؟''

''ہاں، تم نے میرا اتنا خیال رکھا میری مدد کی میرا ساتھ دیا بلکہ میرے لئے اتنا سب کچھ کیا!''

''میں سب جانتا ہوں میں نے کیا کیا، کیا ہے تمہیں گنوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس جانے دو، شاید تمہیں سچ مچ کسی کے دل سے نظر ملانا نہیں آتا یا پھر میں ہی اتنا اناڑی ہوں کہ مجھے کسی کے دل سے دل ملانا نہیں آتا؟'' ایڈی نے کہتے ہوئے افسوس سے سر جھکا تھا ربیعہ پھر بھی کچھ نہ بولی تھی۔

آج وہ واپس جا رہی تھی اور یہ ان کے ساتھ کے آخری لمحات تھے پچھلے کئی دنوں سے ایڈی، جولی کے ساتھ موج مستیوں میں ڈوبا ہوا تھا مگر جیسے ہی ربیعہ کی واپسی کا ٹکٹ کنفرم ہوا ایڈی کے ہوش ٹھکانے آ گئے تھے اور سینے کا قیدی (دل) بے ٹھکانہ ہو گیا تھا من کے اندر شور مچا تھا ایسا شور جو چند سال پہلے اس کی ماں جنیفر کے دل میں بھی مچا تھا وہ بھی اپنا ''ماہیا'' گنوا بیٹھی تھی اس کا ڈھولن بھی لوٹ کر نہیں آیا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ ایڈی اتنے دنوں سے اپنا بچاؤ کرتا پھر رہا تھا لیکن کیا کبھی یوں بھی بچاؤ ہوا کرتے ہیں؟

وارداتیں ہونے پہ آ جائیں تو سات پردوں اور سات کوٹھڑیوں میں بھی ہو جاتی ہیں یہ تو پھر ایڈی ڈارسن کا دل تھا جو ایسی وارداتوں کو مانتا ہی نہیں تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ وارداتیں وہاں زیادہ ہوتی ہیں جہاں زیادہ پہرے بٹھا رکھے ہوں۔

''تم فارغ کیوں رہتے ہو کام کیوں نہیں کرتے؟''

اس نے گھمبیر خاموشی کا تسلسل توڑنے کے لئے بات شروع کی تھی وہ جانتا تھا وہ اس بولتی خاموشی سے بچنا چاہ رہی ہے۔

''میں ''برلے بینک'' میں کام کرتا ہوں۔'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا ربیعہ کو اچنبھا ہوا تھا۔

''تم بینک میں کام کرتے ہو؟'' اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں اسی لئے اپنی مام کے ساتھ نہیں رہتا وہ کالج میں جاب کرتی ہیں لیکچرار ہیں اور میں بینک میں جاب کرتا ہوں اور میری جاب کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا ویسے بھی میری پوسٹ مانچسٹر برانچ میں ہے آج کل تمہیں فارغ نظر آ رہا ہوں کیونکہ ایک ماہ کی چھٹی پہ تھا اور یہ چھٹی تمہارے نام ہو گئی جس روز تم مجھے ملیں اس سے اگلے دن میں لندن اپنی مام کے پاس جانے والا تھا اپنی چھٹیاں گزارنے کے لئے اپنی وے چھٹیاں اچھی گزر گئیں۔'' اس نے استہزائیہ ہنستے ہوئے کندھے اچکائے...... ''ایڈی میرے بارے میں تم سب کچھ جانتے ہو جبکہ اپنے بارے میں تم نے مجھے بالکل انجان رکھا ہے اور میں کریدنا بھی نہیں چاہتی لیکن نجانے کیوں صرف ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں اور تم سے ڈر بھی لگتا ہے؟'' وہ گردن موڑ کر ایڈی کو دیکھنے لگی جو ڈرائیونگ میں مصروف بے حد سنجیدہ لگ رہا تھا۔

''حالانکہ تم جانتی ہو ڈرتا تو میں ہوں تم سے۔'' وہ ربیعہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شرارت سے مسکرایا اور ربیعہ اس کی دلکش مسکراہٹ پہ تھم سی گئی اسے یوں لگا جیسے وہ بڑی مدت بعد بڑے دل سے مسکرایا تھا اور اس مسکراہٹ کی دلکشی سے اس کے اردگرد بکھر گئی تھی اور جب اپنی نظر کی محویت کا احساس ہوا تو چہرہ جھکا لیا تھا۔

''او کے! پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟'' وہ بھی سنبھل گیا تھا۔

''تمہارے فادر کا نام؟ وہ کون ہیں؟ کہاں ہوتے ہیں اور تم......''

''پلیز اس بات کو یہیں ختم کر دو یوں سمجھ لو میرا کوئی باپ نہیں میں ال لیگل ہوں۔'' اس نے سختی سے ٹوک دیا اور ربیعہ ششدر رہ گئی تھی اتنی بڑی بات وہ کتنی آسانی سے کہہ گیا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ سوال اس نے صرف اس لئے برداشت کیا تھا کہ مقابل ''ربیعہ رحیم'' تھی کوئی اور ہوتا تو اس کا سر یقیناً ڈش بورڈ سے ٹکرا دیتا وہ لب بھینچ کر سامنے دیکھ رہا تھا پھر ایئر پورٹ تک ان کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔

جینفر بھی ربیعہ سے ملنے ایئر پورٹ آئی تھیں اور ربیعہ ان کی اتنی اپنائیت پہ اپنی آنکھوں کے گوشے نم ہونے سے نہیں روک پائی تھی۔

''ایڈی تمہاری مام بہت اچھی ہیں۔'' اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

''اچھا تو مام کا بیٹا بھی ہے۔'' اس کے برجستہ جواب پہ وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ایڈی نظر چرا گیا تھا دیکھنے کا فائدہ ہی کیا تھا بھلا؟ اناؤنس منٹ ہو رہی تھی اگلی فلائٹ اسلام آباد کے لئے پرواز کر رہی تھی اور اسی فلائٹ پہ ربیعہ کو جانا تھا۔

''ایڈی تم سچ مچ بہت اچھے ہو اور میں تمہاری اچھائی کو سلام پیش کرتی ہوں تم سے مل کر مجھے احساس ہوا ہے کہ کچھ لوگ اجنبی غیر اور ''ہمارے دشمن'' ہو کر بھی ہمارے اپنے ہوتے ہیں جن پہ بلاوجہ ہی اعتماد اور یقین ہو جاتا ہے تمہیں پاکستانیوں پہ غصہ ہے نفرت نہیں اگر نفرت ہوتی تو میں آج یوں باعزت طریقے سے واپس نہ جا رہی ہوتی اور ہاں! جب تمہارا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے اور تمہیں کسی ''پاکستانی'' سے محبت ہو جائے تو مجھے ضرور بتانا یہ میرا ایڈریس ہے۔'' ربیعہ نے اپنا ایڈریس لکھ کر اس کی سمت بڑھایا تھا۔

''مجھے کسی ''پاکستانی'' سے محبت نہیں ہو سکتی یہ میرا یقین ہے۔''

''دیوانوں کے یقین ایسے ہی ہوتے ہیں......''

''لیکن میں دیوانہ نہیں ہوں۔'' وہ زور دے کر بولا تھا۔

''نہیں ہو تو بہت جلد ہو جاؤ گے بلکہ کل سے ہی ہو جاؤ گے پھر تمہارا نام ''دیوانہ ڈارسن'' لکھا جائے۔

''ہونہہ یہ بھول ہے تمہاری۔'' وہ ہنسا تھا۔

''یہ یقین ہے میرا۔'' وہ پر اعتماد لہجے میں بول رہی تھی۔

''اور ہاں! ایک بات یاد رکھنا ہم پاکستانیوں کو دیوانے بہت ''اپیل'' کرتے ہیں دیوانگی سے پہلے کچھ سوچ لینا ہم بڑے بڑے پتھروں کو تسخیر کر لیتے ہیں کیونکہ ہمیں خود پہ بھروسہ ہوتا ہے۔'' وہ اسے چھیڑ رہی تھی ایڈی اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر سر جھٹک کر ہاتھ ملانے کے لئے آگے بڑھایا لیکن ربیعہ نے اس کے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا۔

''سوری میں بھول گیا کہ تم لوگ (لڑکیاں) شیک ہینڈ نہیں کرتی!'' اس نے خجل ہو کر کہا وہ پلکیں جھکا گئی دل میں غبار سا چھا رہا تھا۔

''آنٹی کسی ایک کی غلطی کی سزا سب کو نہیں دیتے آپ لوگوں کے دل میں ہمارے خلاف جو بھی غلط فہمی اور بدگمانی ہے وہ ختم ہو جائے تو ایک بار پاکستان ضرور آیئے گا پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ پاکستانی لوگ کیسے ہوتے ہیں؟ اور پاکستان میں لوگ آپ کی کتنی رسپیکٹ کرتے ہیں۔''

''اورتم پاکستان تب آنا جب کسی پاکستانی کی ''محبت'' تم پہ حاوی ہو جائے تو دیوانے ہو جاؤ اور تمہیں پاکستان کا نام سن کر ہی سکون آ جائے اور تمہاری زبان سے ''پاکستان'' کا نام عقیدت سے ادا ہو غصے سے نہیں۔''

وہ ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھتی ہوئی جنیفر سے مل کر ایڈی سمیت پلٹی تھی۔

''ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ اب بھی انکاری تھا۔

''حالانکہ ہوتا وہی ہے جو نہیں ہونا چاہئے جس سے ہم انکار کرتے ہیں اینی وے تمہاری غلط فہمی کے دور ہونے کا انتظار کرتے ہیں، دیکھتے ہیں کب تک ایسا نہیں ہوگا؟'' وہ اللہ حافظ کہہ کر اپنا ٹکٹ اور پاسپورٹ نکال کران سے دور ہو گئی تھی۔

''ایسا نہیں ہوگا ربیعہ رحیم کبھی نہیں، ہم ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہے ہیں۔'' وہ آہستگی سے بولا اور جنیفر کا ہاتھ پکڑ کر واپس پلٹنے لگا جبکہ جنیفر دور کھڑی ربیعہ کو ہاتھ ہلا رہی تھیں وہ بھی پلٹ کران ہی کو دیکھ رہی تھی۔

محبت اب نہیں ہوگی
ستارے جو دمکتے ہیں
کسی کی چشم حیراں میں
ملاقاتیں جو ہوتی ہیں
جمال ابر و باراں میں
یہ نا آباد وقتوں میں
دل ناشاد میں ہوگی
محبت اب نہیں ہوگی
یہ کچھ دن بعد میں ہوگی
گزر جائیں گے جب یہ دن
یہ ان کی ''یاد'' میں ہوگی
محبت اب نہیں ہوگی
یہ کچھ دن بعد میں ہوگی

محبت میں ہمیشہ ہر ایک کو پریشان، افتاں، خیزاں، ہراساں اور کھویا کھویا ہی دیکھا جاتا ہے۔ لٹے پٹے مسافر کی طرح یا پھر اس آدمی کی طرح جسے معالج نے لاعلاج مرض کی روح فرسا خبر سنادی اور اس کے پاس بچنے کی کوئی کوشش کوئی راہ بھی باقی نہ رہی ہو یوں جیسے کوئی محبت کی آغوش

میں سما کر گم سم ہو جائے اور اس آغوش سے نکلنے کی کوشش کر سکتا ہو نہ خواہش! محبت کا ادراک ہی اس وقت ہوتا ہے جب انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا ہاتھ پاؤں سلامت ہونے کے باوجود معذور ہو کے رہ جاتا ہے، آنکھ، کان اور قوت گویائی ہوتے ہوئے بھی اندھا، بہرہ اور گونگا ہو جاتا ہے اور ان سب کے لئے وہ قلب کا محتاج ہو جاتا ہے جس کے محسوسات اور جذبات کے سہارے وہ دیکھتا ہے، سنتا ہے اور بولتا ہے اور یہ سب کچھ قلب کے اشاروں پہ ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے وہی کرواتا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے؟ محبت! وہ کیا کرواتا ہے؟ محبت! تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قلب صرف اور صرف محبت دیکھتا ہے، محبت سنتا ہے اور محبت کہتا ہے اس کا ان چیزوں کے سوا کوئی چوتھا کام نہیں ہوتا جہاں کوئی چوتھا کام کرنا پڑ جائے وہاں جان عذاب میں آ جاتی ہے۔

اچھا بھلا آدمی چکرا کر رہ جاتا ہے رشتوں کے تقاضے، حالات کے تقاضے اور اپنے معاشرے کے تقاضے الجھا کے رکھ دیتے ہیں اور ایک اکیلا آدمی تقاضوں کے ایسے ہجوم سے گھبرانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے لیکن اندر ہی اندر اس کا قلب دھڑکنوں کی ڈور کھینچتا رہتا ہے اسے اپنی سمت متوجہ کرتا رہتا ہے کچھ تو اس ڈور کی کاٹ کو سہتے رہتے ہیں اور کچھ اس ڈور سے یا تو کٹ جاتے ہیں یا پھر کاٹ دیتے ہیں۔

لیکن وہ نہ تو اس ڈور سے خود کٹی تھی نہ کاٹ سکی تھی بس ابھی تک ''سہہ'' رہی تھی اور اس سہنے کی عادت نے اسے اندر ہی اندر تھکا ڈالا تھا وہ اک ایسے تعلق کو سوچتی جس کا کوئی نام نہیں تھا وہ اک ایسے رشتے کو نباہ رہی تھی جو محض اپنے دل میں ہی بن گیا تھا دل سے باہر اس رشتے کو ماننے والا کوئی نہ تھا کیونکہ اس رشتے کا کوئی وجود نہیں تھا اور وہ اس ''وجود'' کو یاد کرتے گھنٹوں ایک ہی ٹک بیٹھی رہتی تھی اتنے دن گزر گئے تھے۔

اسے دیکھے ہوئے اتنے مہینے گزر گئے تھے اور اتنے سال بیت گئے تھے اس سے بچھڑے ہوئے۔ پھر بھی دل ایک ایسا آئینہ بن بیٹھا تھا جس میں سب کچھ ویسے کا ویسا نظر آتا تھا مگر دھڑکنوں کی یورش کہتی تھی دل کی باتوں پہ مت جاؤ بہت وقت بیت گیا ہے اب تو وہ بھول ہی چکا ہوگا کہ کوئی ''ربیعہ رحیم'' زندگی میں آئی تھی اور دھڑکنوں کا یہ سفاک سچ ربیعہ رحیم کو بے کل کر دیتا تھا وہ اتنی مصروف زندگی میں یہ سچ سوچ کر ہی کانپ کانپ جاتی تھی وہ اتنی مستقل مزاج نہیں تھی کہ ایک ہستی کو سوچے جاتی اس کو چاہے جاتی مگر پھر خیال آتا کہ دل بھی تو مستقل مزاج ہے اس پہ کوئی سی بھی قیامت گزر جائے دھڑکتا ہی جاتا ہے ایک بھی دھڑکن مس نہیں کرتا، چاہے خود ٹوٹ جائے، بکھر جائے، درد سے بھر جائے دھڑکن کا ساتھ نہیں چھوڑتا، بس ایک ہی بار چھوڑتا ہے اور ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے یوں روز روز چھوڑنے کے بہانے نہیں کرتا۔

وہ بھی دل کے نقشِ قدم پہ چلنے لگی تھی اسے بھی امید اور انتظار کا دامن نہیں چھوڑنا تھا کیونکہ جب چھوڑنا تھا تو پھر ایک ہی بار چھوڑنا تھا اور وہ ''ایک بار'' ابھی نہیں آئی تھی ابھی وہ کچھ اور دیکھنا چاہتی تھی کچھ اور سوچنا چاہتی تھی ابھی وہ ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' پہ عمل پیرا تھی اور مضبوط عمل ہمیشہ بہتر نتائج لاتا ہے۔

⊛......⊛......⊛

''کیا ہو رہا ہے کوئی مہمان آ رہا ہے کیا؟'' وہ آج آفس سے جلدی آ گئی تھی لیکن گھر پہ سب کو کچن میں مصروف دیکھ کر تجسس ہوا مگر نارمل سا۔

''ہاں وہ ایمن کو دیکھنے کے لئے کچھ مہمان آ رہے ہیں۔'' زہرہ خاتون نے بے حد آہستگی سے بتایا جب سے ربیعہ پاکستان آئی تھی اور زہرہ خاتون کو اپنی بہن کے کارناموں اور عزائم کی خبر ہوئی تھی وہ بیٹی سے شرمندہ تھیں وہ اس کا قصوروار خود کو سمجھتی تھیں۔

انہوں نے ہی بیٹیوں کے ''بوجھ'' کو کم کرنے کا سوچا تھا اور بیٹی کے ہاتھوں ڈالرز کھانے چاہے تھے لیکن الٹا لوگوں کی لعنت کھانی پڑ گئی تھی اور بیٹی کی زندگی پہ بھی دھبہ لگ گیا تھا کیونکہ لوگوں نے ربیعہ کی واپسی کو بڑے مشکوک رنگ دیئے تھے کوئی کہتا ماسی کے بیٹے کا دل بہلا کے آگئی ہے کوئی کہتا کسی انگریز کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے پکڑی گئی تھی اور کوئی کہتا کہ شراب پی کر کلب جانے لگی تھی تب ہی ماسی نے نکال باہر کیا اور ایسے میں کوئی بھی اس کے رشتے کے لیے بھی آگے نہیں بڑھتا تھا حالانکہ کئی لوگ وہ بھی تھے جو انگلینڈ جانے سے پہلے ربیعہ کو اپنے گھر کی بہو بنانے کا سوچا کرتے تھے لیکن اب دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ربیعہ سے چھوٹی رانیہ کی شادی آج سے ایک سال پہلے کر دی گئی تھی اب ایمن اور ثمین کے پرپوزل آنے لگے تھے جبکہ ربیعہ آج بھی چار سال پیچھے کھڑی تھی۔

''قسم سے بیوی لگتی ہو۔''

اس کے کانوں میں آج بھی اس نشے میں مست آدمی کا یہ چھیڑنے والا جملہ زندہ ہوتا تو وہ تڑپ کے رہ جاتی تھی اسے اس جملے پہ تڑپ نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کو بولنے والے کی غیر سنجیدگی اور کج ادائی پہ ہوتی تھی اور پھر لب بھینچ کر رہ جاتی تھی۔

''ہونہہ! وہ تو سدا کا لاپرواہ تھا میں کیوں سنجیدہ ہوگئی اور دل پہ لے بیٹھی اسے پرواہ ہوتی تو جھوٹے منہ ہی سہی مجھے رکنے کو ہی کہہ دیتا اسے تو صرف اور صرف اپنی گرل فرینڈ یاد تھی جولی، جولی اور صرف جولی۔''

''آپی کیا سوچ رہی ہیں؟'' ایمن اس کے قریب آگئی تھی ربیعہ چونک کر کھڑی ہوگئی اور اسے دیکھ کر مسکرائی۔

''سوچ رہی ہوں ایک ایک کر کے سب ہی پرائی ہو جائیں گی اور ہم اکیلے رہ جائیں پھر ہم کس کو ڈانٹا کریں گے کیوں امی؟'' اس نے اپنی بات میں انہیں بھی شریک کر لیا تھا۔

''کیوں، آپ کو کون سا ہمیشہ یہاں ہی رہنا ہے آپ کو بھی تو سسرال جانا ہے۔'' ایمن معصومیت سے بولی۔

''گئی تو تھی وہ بھی بغیر نکاح ہے۔'' تلخی سے بولی تو زہرہ خاتون اس کی تلخی سے اور زیادہ دکھی ہونے لگیں اور اس کے جانے کے بعد دیورانی کے پاس آبیٹھی تھیں۔

''رخشندہ میں کیا کروں میری ہیروں سی بیٹی بے مول ہو کے رہ گئی ہے اس کی باتوں سے دکھ بولتا ہے مجھے دیکھتی ہے تو شکوہ بھری نظروں سے، مجھے بتاؤ میں کدھر جاؤں؟'' وہ چہرے پہ دوپٹہ رکھ کے رونے لگی تھیں۔

''ارے آپا! حوصلہ کریں جو ہونا تھا وہ تو کب کا ہو گیا ہے اب اس رونے دھونے سے کیا فائدہ؟ آپ کو یہ بات پہلے سوچنا چاہیے تھی یوں کسی پہ اعتبار کر کے جوان کنواری بیٹی کو کون اتنی دور پرائے دیس بھیجتا ہے آج کل تو بیٹیوں کو آس پڑوس میں بھیجنے کو دل نہیں مانتا وہ تو پھر سات سمندر پار کی بات تھی اب آپ یہی دیکھ لیں آفتاب نے کتنی ضد کی ہے امریکہ جانے کی مگر میں ایک نہیں مانی ابھی بھی پیچھے پڑا ہوا ہے مگر توبہ! اپنی اولاد اپنے ہاتھوں سے گنوانے والی بات ہے، آخر کیا کمی ہے یہاں اپنے ملک میں محنت کرو، کماؤ اور گھر آباد کرو، وہاں جا کر ہوٹلوں میں برتن مانجھنے کو تیار ہیں تو یہاں کیا ہوتا ہے یہاں کلرک کی نوکری بھی گراں گزرتی ہے ہماری بے وقوف نسل کو......!

جو اپنی صلاحیتوں کو زنگ لگا کر دوسروں کا لوہا چمکاتے پھر رہے ہیں بلکہ جوتے بھی لیکن پھر بھی یہ نہیں سوچتے کہ ان لوگوں نے ہمیں اچھا سمجھا ہی کب ہے؟ ہمیشہ اپنے سے نیچے رکھتے ہیں کام کی نوکری تو دیتے نہیں نائی اور حلوائی بنا دیتے ہیں۔

تعلیم کے میدان میں آگے بڑھو تو مجال ہے جو اچھی پوزیشن دے دیں بس انہوں نے اپنے ملک میں پڑھنے دیا یہی کافی ہے اب اس پڑھنے کے لئے پڑھنے والے کو کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے اس کی کس کو پرواہ ہے آپ باقی سب کو چھوڑیے صرف یہی دیکھ لیجئے کہ ربیعہ کو آپ نے پڑھنے کے اور کام کرنے کے لالچ میں بھیجا جبکہ وہ یہاں بھی پڑھ سکتی تھی اور کام بھی کر سکتی تھی وہاں سے دھکے کھائے تو اپنا سنگ آستاں بھی تاج میں جڑا ہیرا لگنے لگا اور کام کون آیا؟ اپنا ملک جس نے پھر سہارا دیا اور اپنا لیا اور اب دیکھئے وہ پڑھ چکی ہے اور اتنی اچھی پوسٹ پر کام بھی کر رہی اگر یہی کچھ آج کرنا تھا اور ٹھوکر کھا کر سنبھلنا تھا تو پہلے کیوں نہیں کیا یہ سب کچھ؟ ہونہہ پکڑ کر معصوم بچی کی زندگی داغ دار کر ڈالی آخر ضرورت ہی کیا تھی یوں بغیر نکاح کے بھیجنے کی؟

ہم نے تو اس لئے نہیں روکا تھا کہ آپ کو برا لگے گا آپ سوچیں گی کہ ہم آپ کی بہن کی مخالفت کر رہے ہیں حالانکہ آفتاب نے اور اس کے ابو نے بھی اعتراض کیا تھا کہ ربیعہ کو اس طرح نہیں بھیجنا چاہیے تھا خیر اللہ سب اچھا کرے گا کوئی بہتری ہی ہوگی کہ وہ واپس خیر خیریت سے آ گئی ہے اور ان سے بھی بچ گئی ہے جو عمر بھر کے لئے گلے پڑنے والے تھے اللہ سے دعا کریں وہ ماؤں کی دعا بہت قریب سے سنتا ہے۔''

رخشندہ چچی نے زہرہ خاتون کو سمجھایا اور ان کے آنسو پونچھے اب سنبھلنے اور خاموش ہونے کے علاوہ ان کے پاس چارہ ہی کیا تھا بھلا؟ لیکن اس کی شادی کا سوچ کر وہ ہول اٹھتی تھیں۔

❁......❁......❁

ہم ایسی آگہی تک آ کے بھی انجان رہتے ہیں
جہاں لب ہم جاتے ہیں بدن بے جان رہتے ہیں
محبت لاشعوری جبر ہے اور ہے قوی اتنا
کہ اس کے سامنے سب بے سروسامان رہتے ہیں

''ربیعہ! چار سالوں سے تم سب کچھ کر رہی ہو لیکن پھر بھی ایسا کیوں لگتا ہے کہ تم کچھ بھی نہیں کر رہیں ایک ہی جگہ پہ کھڑی ہو یوں لگتا ہے تم کہیں پیچھے رہ گئی ہو؟''

آج ایمن کی منگنی ہوئی تھی اور منگنی کے سارے انتظامات ربیعہ اور آفتاب نے کروائے تھے آفتاب ان کے لئے بڑے بھائیوں جیسا تھا اور اس وقت تھک کے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا جبکہ وہ چھوٹے چاچو کے پاس ان کے بیڈ روم میں آ گئی تھی اور وہ تھکی تھکی لیکن بظاہر نارمل نظر آنے والی ربیعہ سے وہی سوال دہرا رہے تھے جو پہلے بھی کئی مرتبہ دہرا چکے تھے۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے چاچو بس یونہی کبھی کبھی آپ کو میرے بارے میں وہم ہو جاتے ہیں۔'' اس نے ان کے لئے سیب کی قاشیں کاٹتے ہوئے کہا وہ دونوں ٹانگوں اور ایک ہاتھ سے معذور ہو چکے تھے بہت سال پہلے ان کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور تب سے اس ایک کمرے میں ہی محدود ہو کے رہ گئے تھے وہ زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے انہیں بہت زیادہ لوگوں سے بھی چڑ تھی لیکن ربیعہ کا مزاج اتنا دھیما اور دل کو ڈھارس بندھانے والا

ہوتا تھا کہ وہ اکثر اس سے باتیں کرتے نظر آتے تھے اور وہ اس کے لئے متفکر بھی ہوتے تھے اور وہ بھی فرصت کے لمحات میں ان کے پاس کھنچی چلی آتی تھی ورنہ باقی بھتیجے، بھتیجیاں شاذ و نادر ہی آتے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے۔

''کچھ حقیقتوں کو ہم وہم کا نام دے کر فراموش تو نہیں کر سکتے ناں؟ آخر حقیقت کس کو کہتے ہیں بھلا؟ یعنی جو کچھ بھی ہو جائے حقیقت صرف حقیقت رہتی ہے نہ خوابوں سے بدلتی ہے نہ خیالوں سے، ہمیشہ اپنے مقام پہ ٹھوس اور اٹل رہتی ہے چاہے کوئی مرے چاہے کوئی جیے، خیر جانے دو اس فلاسفی کو تم یہ بتاؤ تم اپنے دل میں کیا دبائے بیٹھی ہو، ایسا کیا ہے جو تمہیں ادھورا رکھتا ہے؟'' وہ ایک ہاتھ سے اس کی دی ہوئی قاشیں اٹھا اٹھا کر کھا رہے تھے۔

''چاچو مجھے بھی وہی چیز ادھوری رکھتی ہے، جس چیز نے آپ کو ادھورا کر دیا ہے۔ جس سے چھپ کر آپ حجرہ نشین ہو گئے ہیں تنہائی پسند ہو گئے ہیں، اکیلے روتے ہیں اور دوسروں کے سامنے بے تاثر پتھر کی مانند نظر آتے ہیں چاچو یہ سب کچھ ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے نہیں ہے اس کے پیچھے وہ چیز ہے، جس نے مجھے بھی آپ کی طرح ایک ہی جگہ کھڑا کر رکھا ہے نہ آگے بڑھنے دیتی ہے نہ پیچھے ہٹنے دیتی ہے اور اس بات کو آپ بھی وہم کا نام دے کر فراموش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ آپ کے ''اندر'' کچھ ہے جس نے آپ کو سب سے کاٹ کے رکھ دیا ہے بتائیے کیا سچ ہے؟ جو صرف میں محسوس کرتی ہوں یا پھر وہ جو آپ باقی سب کو محسوس کراتے ہیں؟''

وہ آج پہلی مرتبہ ان کے سامنے یوں بولی تھی اور اپنی تڑپ کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی تڑپ گئی تھی جو بات وہ ہمیشہ سے کہنے کے محض ارادے کرتی تھی آج کہہ گئی تھی یقیناً آج تھکاوٹ دماغ کو چڑھ گئی تھی اور چاچو حیرت زدہ سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔

وہ کم گو سی اپنی دنیا، اپنے دھیانوں میں کھوئی رہنے والی لڑکی ان کا کتنا گہرا مشاہدہ رکھتی تھی اور وہ سمجھتے تھے وہ ان کے پاس آتی ہے باتیں کرتی ہے اور چلی جاتی ہے مگر وہ آتی ہے، ان کو کھوجتی ہے، پرکھتی ہے، اندازے لگاتی ہے اور چپ چاپ کسی موقعے کی تلاش میں لوٹ جاتی ہے انہیں اندازہ نہیں تھا اور آج وہ موقع حاصل کر چکی تھی اور یہ بھی بتا چکی تھی کہ اس نے کیا کھوجا اور کیا پرکھا ہے؟

''بتائیے چاچو وہ کیا جو آپ نے آج تک نہیں کہا؟ آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟ آپ نے یہ حالت کیوں بنالی؟ کیوں جیتے جی مر گئے؟ آخر کس کی خاطر؟'' ربیعہ کے ایسے دل خراش سوالوں پہ ان کے لب ہلنے کو تھے ان کی آنکھوں میں اک دلکش سی معصوم سی شبیہ لہرائی تھی لیکن دل ایسا پتھر ہوا کہ پھر سے جذبات کو دبا کے رکھ گیا تھا اور جب وہ اصرار کرنے لگی تو الٹا اسی پہ گرم ہونے لگے۔

''چلی جاؤ یہاں سے ہمیں اکیلا چھوڑ دو، ہمیں کچھ نہیں سننا، ہمیں کچھ نہیں سننا۔'' وہ دھاڑنے لگے تھے اور ربیعہ آنکھوں میں آنسو لئے باہر آ گئی تھی۔ دل ہچکیوں سے رو رہا تھا وہ جانتی تھی کہ وہ اپنی ذات کو چھپانے کے لئے غصے کا خول چڑھا رہے ہیں لیکن اس سے زیادہ کیا کر سکتی تھی زبردستی ان کے دل کا حال جاننا بھی تو ممکن نہیں تھا مگر......

اس واقعے کے بعد وہ ان کے کمرے میں نہیں گئی تھی البتہ وہ ہر چیز سے ہٹ کے ان کا خیال رکھتی تھی گھر میں ایک ملازم خاص طور پہ ان کے لئے رکھا گیا تھا مگر اپنوں کی اپنائیت اور توجہ تو الگ مقام رکھتی ہیں ان کی تو خوشی ہی سرشار کر ڈالتی ہے اور یہ خوشی وہ کم کم ہی محسوس کرتے تھے کیونکہ نہ ان کو کسی سے اتنا لگاؤ تھا اور نہ وہ کسی کو اپنے آپ سے لگا رکھنے دیتے تھے۔

رحیم احمد کے دو چھوٹے بھائی تھے سمیع اللہ اور عبداللہ بہن کے رشتے سے وہ لوگ محروم تھے لیکن ماں کے رشتے سے ان کو اتنی محبت اور اپنائیت ملی کہ وہ دوستوں جیسی بہن کی کمی محسوس نہیں کر پائے تھے اس کے علاوہ باپ کی طرف سے بھی بے پناہ محبتوں کا خزانہ ملا تھا رحیم صاحب کی شادی ان کے دور پار کی رشتہ دار پھوپھی کی بیٹی زہرہ خاتون سے ہوئی تھی اور یہی کچھ سمیع اللہ کے ساتھ بھی ہوا تھا وہ بھی خاندان میں بیاہے گئے تھے رخشندہ بیگم بھی خاندانی مراسم کی بدولت ہی ان کی فیملی میں داخل ہوئی تھیں جبکہ عبداللہ کی نسبت انہوں نے بچپن سے ہی اس کی چچازاد شاہینہ سے طے کر رکھی تھی مگر عبداللہ اس نسبت سے بے خبر تھے وہ تعلیم کے سلسلے میں انگلینڈ چلے گئے تھے لیکن چار سالوں کا کہہ کر چھ سال بعد اپنے ماں باپ کے کہنے پہ واپس آئے تو ان کی شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ مگر وہ اس شادی پہ خوش نہیں تھے انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا جس کے نتیجے میں ماں باپ سے اچھی خاصی جھڑپ بھی ہو گئی اور بھائیوں سے بھی بدمزگی دیکھنے میں آئی تھی لیکن وہ لوگ ان کی بات کسی طور نہ مانے تو انہوں نے واپس انگلینڈ جانے کی ٹھانی مگر اس سے پہلے ہی ایئر پورٹ روڈ پر ہونے والا ایکسیڈنٹ ان کو ہر چیز سے بیگانہ کر گیا تھا وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکے تھے۔

دو ماہ ہسپتال کے بستر پر رہنے کے بعد وہ وہیل چیئر پہ واپس گھر آئے تو شاہینہ نے شادی کے لئے انکار کر دیا وہ کسی اپاہج سے شادی کر کے اپنی زندگی اپاہج نہیں کرنا چاہتی تھی اور وہ اپنی معذور زندگی کسی اور کے گلے کا طوق نہیں بنانا چاہتے تھے اس لئے حجرہ نشین ہو گئے تھے لیکن ان کی اس حجرہ نشینی میں کئی دکھ روتے تھے اور ربیعہ ان دکھوں کی سسکیوں کو سب سے زیادہ سنتی تھی اس لئے کھنچی چلی آتی تھی بے شک رحیم احمد کی تین بیٹیاں بھی تھیں لیکن جو اپنائیت جو محبت ان کو ربیعہ سے تھی وہ کسی سے نہیں تھی، نجانے کیوں انگلینڈ جانے سے قبل انہوں نے ربیعہ سے کچھ کہنا چاہا تھا مگر اسی پتھر دل نے کچھ نہیں کہنے دیا تھا جو آج کل ربیعہ کو دیکھ دیکھ کر پگھل رہا تھا وہ جانتے تھے کوئی ''بوجھ'' ہے جو وہ اپنے دل پہ اٹھائے پھر رہی ہے۔

❁......❁......❁

''بابا......''

''ہوں......؟''

''یہ جیولر کی رسید ہے آپ لے جائیے گا وہ آپ کو زیور دے دے گا۔'' اس نے آفس جانے سے پہلے اپنے بیگ سے رسید نکال کر رحیم صاحب کی سمت بڑھا دی۔

''ان فیکٹ آج بینک کے پچھلے تمام ریکارڈ چیک کرنے ہیں اس لئے حساب کتاب میں دیر ہو جائے گی اور میں اکیلی زیورات نہیں لا سکوں گی آپ چاچو کو لے جائیے گا۔''

وہ ان کے دیکھنے سے یہی سمجھی کہ وہ اس ذمہ داری کے لئے استفہامیہ دیکھ رہے ہیں جبکہ وہ تو اپنی ذمہ دار بیٹی کو دیکھ رہے تھے جو آج ان کے لئے بیٹے کی جگہ کھڑی تھی گھر میں آفتاب بڑا تھا پھر ربیعہ اور وہ آفتاب کے ساتھ شانہ بشانہ کام کر رہی تھی وہ بھی اپنے ماں باپ اور بہنوں کے لئے وہی کچھ کر رہی تھی جو آفتاب اپنے ماں باپ کے لئے کر رہا تھا اس لئے ان کو بیٹے کی کمی ذرا بھی محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن ربیعہ کی زندگی کی کمی وہ بڑی شدت سے محسوس کرتے تھے۔

وہ چاہتے تھے کہ ان کی یہ سمجھدار، پرخلوص محنتی اور محبت کرنے والی بیٹی بھی اپنے گھر کی ہو جائے مگر وہ لوگوں سے یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ

میری بیٹی کو اپنے گھر کی زینت بنالو تمہارا آنگن سنوار دے گی وہ بڑی نیک بخت ہے بڑے حوصلے اور بڑے صبر والی ہے! اور یہیں پہ ان کے دل سے ہوک اٹھتی تھی کہ وہ کیوں زہرہ خاتون کی باتوں میں آگئے تھے اور کیوں اسے انگلینڈ بھیجنے کی غلطی سرزد ہوگئی تھی۔

''بابا! خیریت کیا دیکھ رہے ہیں؟'' ربیعہ نے ان کا کندھا ہلایا تو وہ چونک گئے تھے۔

''نہیں کچھ نہیں سوچ رہا تھا تم اتنا کام کر کے تھک جاتی ہوگی؟''

''ارے کیسی تھکن؟ جب ہماری محنت اور کوششوں سے ہمارے اپنوں کے کام سنور رہے ہوں، مسائل کم ہو رہے ہوں تو پھر تھکن نہیں ہوتی بلکہ تھکن بھی سکون اور سرشاری بن جاتی ہے۔'' اس نے خوشگواریت سے جواب دیا اور چادر اوڑھتی ہوئی اٹھ گئی تھی آفتاب اسے ڈراپ کرتا تھا۔ وہ اس وقت ناشتہ ختم کر کے اٹھ رہا تھا اور اسے دیکھ کر ربیعہ بھی کھڑی ہو چکی تھی۔

''اور ہاں واپسی پہ پبلشر سے شادی کے کارڈ لیتی آؤں گی انہوں نے کہا ہے کہ کارڈ تیار ہو چکے ہیں۔'' وہ جاتے جاتے پلٹ کر اطلاع دے گئی تھی لیکن خلاف معمول آج آفتاب بھائی کا موڈ آف تھا اور وہ انجانے میں ان کو چھیڑ بیٹھی تھی۔

''پھر کوئی مسئلہ ہو گیا ہے چاچو، چاچی سے؟''

''ہونہہ! چاچو چاچی وہ ہر ایک کو ایک ہی چھڑی سے ہانکتے ہیں لیکن ربیعہ ضروری تو نہیں کہ سب کی قسمت ایک ہی جیسی ہو؟ اور سب کا انجام بھی ایک ہو میں آخر مرد ہوں کچھ بھی کر سکتا ہوں کہیں بھی جا سکتا ہوں مگر وہ میری بات سمجھتے ہی نہیں ہیں۔'' وہ غبارے کی مانند بھرا بیٹھا تھا ربیعہ کے ذرا چھیڑنے سے پھٹ پڑا تھا لیکن وہ اس کی بات نہیں سمجھی تھی کہ آخر مسئلہ کیا ہے؟

''اب کیا ہوا ہے؟''

''وہی جو پہلے ہو رہا تھا میں امریکہ جانا چاہتا ہوں اپنا فیوچر بنانا چاہتا ہوں لیکن امی ابو نہیں مان رہے وہ میرا کیریئر تباہ کر کے رہیں گے، وہ کہتے ہیں بس ایک ہی کنویں کے مینڈک بنے رہو اور وہیں ڈبکیاں لگا لگا کر مر جاؤ آخر حرج ہی کیا ہے آگے بڑھنے میں؟'' وہ سخت جھنجھلایا ہوا تھا ربیعہ چند ثانیے کچھ نہ کہہ سکتی یہی باتیں تو چار ساڑھے چار سال پہلے ''اس'' نے کہی تھیں اور وہ بھی انتہائی ہتک آمیز لہجے میں۔

''بھائی حرج آگے بڑھنے میں نہیں ہے اور نا ہی فیوچر بنانے میں ہے حرج صرف اپنے مقام سے ہٹنے میں ہے اپنے ملک کی ناقدری میں ہے۔'' اس کے جواب پہ آفتاب نے گردن موڑ کر اسے ذرا الجھن سے دیکھا تھا۔

''یقیناً آپ کو میری بات اس وقت بری لگے گی لیکن حقیقت یہی ہے کہ یورپین لوگ ہمیں ناپسند کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تعلیم کے لئے نہیں روپیہ کمانے کے لالچ میں یورپ جاتے ہیں جبکہ انسان جہاں بھی چلا جائے اسے اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے، اپنی ضروریات پورا کرنے کے لئے، کمانا ہی پڑتا ہے اگر ان کے ممالک ہم سے مالی لحاظ سے آگے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگ ہماری عزت نفس کو جب چاہے مجروح کر سکتے ہیں اور شاید اس مجروح کرنے میں بھی ان کا نہیں ہمارا اپنا ہاتھ ہے ہم خود ہی ثابت قدمی اور اپنی محنت کا ثبوت نہیں دیتے۔

اگر ہم محنت کش اور کفایت شعار ہو جائیں تو کون ہے ایسا جو ہم سے آگے بڑھ سکے؟ ہم بڑی بڑی خواہشیں پال سکتے ہیں بڑے بڑے دعوے کر سکتے ہیں لیکن ان کو پورا نہیں کر سکتے جب پورا کرنے کی باری آجائے تو سوچتے ہیں یورپ چلے جاتے ہیں دو سو پاؤنڈ کما کر پچیس ہزار کمائیں

گے چاہے اس ''دوسو پاؤنڈ'' کمانے کے چکر میں کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑیں اس کے علاوہ جب کوئی پاکستانی کسی برٹش لڑکی یا پھر گرین کارڈ ہولڈر لڑکی سے شادی کرتا ہے تو بھی وہ یہی سمجھتے ہیں حالانکہ ایسی شادیاں تو ہندوستانی بھی کرتے ہیں، عربی بھی کرتے ہیں، نیگرو بھی کرتے ہیں پھر پاکستانیوں پہ ہی کیوں اٹیک کیا جاتا ہے صرف اس لئے کہ وہ پاکستان کو اپنے برابر کھڑے نہیں دیکھ سکتے لیکن ہمیں پاکستان کو ان کے برابر نہیں ان سے آگے کھڑا کرنا چاہئے ہمارے ملک میں کس چیز کی کمی ہے؟ سکول، کالج، یونیورسٹی، کھیل، سیاست، تفریح گاہیں، اللہ کی ہر نعمت، ہر رحمت، ہر کرم ہے ہم پہ پھر ہم دوسروں کی طرف کیوں دیکھیں؟ اپنے کالجز میں پڑھیں اپنے ملک کے لئے ترقی کا ذریعہ بنیں یونیورسٹیز سے ڈگریاں لیں دفتروں میں کام کریں یا پھر چھوٹا موٹا کام کر کے دفتر بنائیں بالآخر کامیابی ہماری ہی ہو گی بس سوچنا یہ چاہیے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے کارآمد بنا رہے ہیں اپنا ٹیلنٹ بھی استعمال کرتے ہیں پھر بھی ان لوگوں کی نظروں میں ستائش اور قابل احترام مقام نہیں پاسکتے آخر نقصان کس کا ہے؟ صرف اور صرف ہمارا! ہمارے وطن کا! اور یہ نقصان ہم خود کر رہے ہیں۔

آخر فرق کیا ہے ان کی ایجوکیشن میں اور ہماری ایجوکیشن میں؟ جو ڈگریاں وہ وہاں لیتے ہیں وہ ہمارے یہاں بھی لے سکتے ہیں، وہاں جانے کے لئے جتنے روپے اپنے بینک اکاؤنٹ میں جمع کئے جاتے ہیں اور اپنا اکاؤنٹ شو کیا جاتا ہے تو کیا اتنے روپے خرچ کر کے ہم یہاں نہیں پڑھ سکتے......؟

بات دراصل یہ ہے کہ آفتاب بھائی کہ ہم دوسروں کے خوبصورت سجے سنورے گھر دیکھ کر بار بار وہاں جانے کی خواہش کرتے ہیں اس کی تعریف کرتے ہیں ان کی قیمتی اشیاء اور سہولتیں اپنے گھر اٹھا کر لانا چاہتے ہیں لیکن اتنی کوشش نہیں کرتے کہ اپنی محنت اور لگن سے اپنا گھر ہی سنوار دیں اپنی صلاحیتوں محنتوں کے رنگ سے رنگ دیں اس قدر سجا دیں کہ دوسرے رشک سے دیکھنے پر مجبور ہو جائیں ہم ان کے گھر نہیں بلکہ وہ ہمارے گھر آنے پر مجبور ہو جائیں اور ایسا تب ہی ہوسکتا ہے جب آپ جیسے پڑھے لکھے اور ٹیلنٹیڈ پاکستانی امریکہ اور انگلینڈ کی سمت بھاگنا چھوڑیں گے جب میرے ماں باپ جیسے ماں باپ بیٹیوں کو یورپ بیاہ کر نہیں بھیجیں گے اور جب یہاں سے جانے والے پاکستانی بھی ان لوگوں کی طرح صرف سیر و تفریح کے لئے جائیں گے جیسے وہ یہاں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں یہاں شادیاں کر کے ڈیرا نہیں ڈال لیتے اور جب وہاں جا کر اپنوں سے آنکھیں پھیر لینا چھوڑ دیں گے، اپنے ضمیر کو دفن کرنا چھوڑ دیں گے، عیاشی کرنا چھوڑ دیں گے، اپنے ملک کو بدنام کرنا چھوڑ دیں گے، کیونکہ ہمارا ملک صرف ہماری وجہ سے دوسروں کا نشانہ بنا ہوا ہے صرف ہماری وجہ سے......''

وہ کیا کیا بولتی گئی تھی اسے خود بھی پتہ نہیں چل سکا تھا لیکن آفتاب گاڑی اس کے بینک کے سامنے روکے ہوئے حیرت سے دم بخود بیٹھا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

''آفتاب بھائی میں نے بھی ایک دفعہ چاہا تھا کہ لندن یونیورسٹی سے ایم بی اے کی ڈگری لوں لیکن میں جانتی تھی میں وہاں نہیں جاسکتی جبکہ اس کے برعکس اللہ نے مجھے وہاں بھیجا اور مجھے آئینہ دکھایا کہ وہاں کیا کیا ہوتا ہے اور میں کس کی خواہش کر رہی تھی؟ اللہ نے مجھے سبق دیا ہے اپنی چیز پہ اکتفا کرنا سیکھو جو کچھ میسر ہے اسی پہ قناعت کرو، آسمان کی طرف دیکھ کر مت چلو زمین پہ نظر رکھو جو ہمیشہ تمہارے قدموں تلے رہتی ہے آسمان تو ہماری پہنچ سے ہے ہی دور...... اور میں اپنی زمین کو دیکھ کر چلنا سیکھ گئی ہوں کیونکہ میں نے آسمان کو دیکھتے ہوئے ٹھوکر کھائی ہے زندگی کی سنگین ٹھوکر......''

وہ کہہ کر گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اتر گئی تھی اور آفتاب سمیع اللہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے عمارت میں داخل ہوتی ربیعہ کو دیکھ رہا تھا جس کا لفظ لفظ سچ تھا جو اتنی بڑی حقیقت بہت روانی سے دکھا اور سمجھا گئی تھی۔

جس کا تجربہ بہت تلخ لیکن سنبھلنے کا عمل بڑا سہل اور آسان تھا جو ٹھوکر سے سنبھل گئی تھی اور باقیوں کو بھی بچنے کی ترغیب دے رہی تھی جس نے محض ایک ایڈی ڈارسن کی نفرت اور غصہ دیکھا تھا حالانکہ ایسے ہزاروں ایڈی ڈارسن تھے جو پاکستان سے خار کھائے بیٹھے تھے اور پاکستانیوں کو آگے بڑھتے نہیں دیکھ سکتے تھے تو کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ ہم ان سے ٹھوکریں اور بے زاری حاصل کرنے کی بجائے اپنے ملک میں رہ کر سب کی ستائش حاصل کریں اور اپنی قوم کو قابلِ احترام مقام تک پہنچا دیں جہاں کوئی بری نظر سے دیکھنا بھی چاہے تو اس کی نظر انکاری ہو جائے چاہے وہ تعلیمی میدان ہو چاہے کھیل کا میدان، چاہے محنت کا میدان ہو، چاہے محبت کا کیونکہ پاکستان ہماری شناخت ہے اور کئی نسلوں تک کئی میدانوں تک انشاء اللہ یہی شناخت رہے گی۔

❁......❁......❁

ایمن کی شادی کی ساری تیاریاں تقریباً ہو چکی تھیں صرف خواتین کے کپڑے اور شاپنگ کے جھنجھٹ ابھی بھی جاری تھے ثمین سب سے چھوٹی تھی اس لئے اس کی شرارتیں عروج پہ تھیں لیکن اس کے باوجود زہرہ خاتون اور رحیم صاحب کے انداز بجھے بجھے سے تھے ان کی سوچوں ان کی تفکرات کا مرکز ربیعہ کا وجود تھا جو ابھی تک کنواری بیٹھی تھی۔

آفتاب اپنی ماموں زاد سے منسوب تھا وقاص کی ثمین سے بات طے ہو چکی تھی اور نوفل تھا ہی چھوٹا، اس لئے ربیعہ کا خاندان میں کوئی جوڑ نظر نہیں آتا تھا اور ان کا دل مایوسیوں میں گھرا رہتا تھا لیکن وہ ان سوچوں اور مایوسیوں سے قطع نظر خاصی بے نیاز اور لاپرواسی رہتی تھی اسے اپنی شادی کی ذرا بھی فکر نہ تھی بس وہ اپنے گھر کو سجانے میں لگ گئی تھی کہ اس کے ماں باپ دوسروں کے گھروں کو رشک سے نہ دیکھیں لیکن رات کی تنہائی میں دل کی نگری میں قدم رکھتی تو احساس ہوتا کہ کیسی کیسی ویرانیاں بچھی ہوئی ہیں، کیسے کیسے نقصان ہو رہے ہیں امنگیں دم سادھ چکی ہیں، خوشبوئیں ختم ہو گئی ہیں بس اک اُجڑی بستی ہے اور اس بستی کے کنارے بیٹھی ربیعہ رحیم ہے جو سب ہم وطنوں کو اس کے ملک اس کے وطن اس کے دیار جانے سے روکتی ہے لیکن اس کے آنے کی راہیں دیکھتی ہے وہ راہیں جن پہ وقت کی دھول ایسی پڑی کہ سب نشاں مٹا گئی ہے سب نقش پامٹ گئے ہیں بلکہ انتظار بھی بس دم توڑنے کو تھا......

اس نے بچھڑنے سے پہلے کہا تھا ''ایسا نہیں ہوگا'' اور وہ دیکھنا چاہتی تھی ''ایسا کب تک نہیں ہوگا'' آخر کب تک......

❁......❁......❁

''ذکاء اللہ؟'' ربیعہ اپنے اچانک پیدا ہو جانے والے کزن کا نام اور اطلاع سن کر حیران رہ گئی تھی وہ دوپہر دو بجے تک بینک میں بہت اچھی پوسٹ پر کام کرتی تھی اور تین بجے سے شام آٹھ بجے تک ایک بوتیک پہ کام سنبھالتی تھی اور کافی مصروف ہوتی تھی واپسی پہ اپنے کمرے کے علاوہ کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی تھی لیکن آج واپسی پہ حیرت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ سارہ، ایمن، ثمین اور نوفل اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

''بھئی بات کیا ہے؟'' اس نے الجھ کر استفسار کیا تھا۔

''فی الحال تو چکر یہی سننے میں آیا ہے کہ چاچو نے کسی میم سے شادی کی تھی اور پھر پلٹ کر انگلینڈ نہیں گئے لیکن اتنے سالوں بعد وہ میم ان کے جوان ''گبھرو'' انگریز ذکاء اللہ کو لے کر آ گئی ہیں اور حیرت کا مقام یہ ہے کہ چاچو اپنی بیوی اور بیٹے کو پہچان گئے ہیں وہ بیٹا جوان کے بعد پیدا ہوا تھا۔'' سارہ نے تفصیل بتائی سارہ شادی شدہ تھی ایمن کی شادی کے سلسلے میں میکے آئی ہوئی تھی اور اس وقت سب سے آگے تھی۔

''ویسے آپی دونوں ماں بیٹا ہی بڑے غضب کے ہیں۔'' سارہ سے چھوٹی عمارہ نے شرارت سے کہا۔

''اوہ اللہ! یعنی چاچو نے بھی وہی کام کیا تھا جو باقی سب کرتے ہیں؟'' ربیعہ سر تھام کے بیٹھ گئی اسے بے حد افسوس ہوا تھا ایڈی سچ کہتا تھا انگریز لڑکیوں سے شادی کر کے سب بھاگ جاتے تھے کسی کو بھی ان کی پروا کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

''اب کہاں ہیں وہ لوگ؟'' اس نے ذرا توقف سے پوچھا۔

''چاچو کے کمرے میں سبھی وہاں ہیں بس ہم باہر ہیں۔'' ثمین کو افسوس ہوا۔

''ہم ڈھولک بجاتے ہیں۔'' نوفل نے آئیڈیا دیا۔

''آرام سے بیٹھو اندر کی سنجیدگی کا تمہیں اندازہ نہیں ہے شاید۔'' سارہ نے بھائی کو جھڑک دیا۔ پھر کتنی ہی دیر وہ انتظار کرتی رہی کہ نئے ''چہروں'' کو دیکھ سکے مگر اندر پتہ نہیں کون سی میٹنگ ہو رہی تھی جو ختم ہونے میں ہی نہ آئی اور وہ اکتا کر اپنے بیڈ روم میں چلی گئی تھی آخر اسے صبح پھر آفس کے لئے جلدی اٹھنا تھا اور کل تو اپنے لئے شاپنگ بھی کرنا تھی۔

عشاء کی نماز پڑھ کے بیڈ پہ آ کر لیٹی تو اس کے خواب و خیال بڑی سہولت سے احساسات میں آ کر بس گئے تھے اور یہ سلسلہ تو گزشتہ ساڑھے چار سالوں سے اک تسلسل سے چلا آ رہا تھا وہی خیال، وہی تنہائی، وہی ربیعہ۔

''آفتاب بھائی نہیں اٹھے؟'' وہ آفس کے لئے تیار کھڑی تھی لیکن آفتاب کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

''وہ رات کو دیر سے سویا تھا پتہ نہیں اب آفس جانا بھی ہے یا نہیں خیر تم خود جا کر معلوم کر لو۔'' رخشندہ چچی نے چاچو کے سامنے چائے رکھتے ہوئے کہا اور وہ اپنی کلائی پہ بندھی ریسٹ واچ دیکھتی ہوئی متفکر سی سیڑھیاں چڑھ کے آفتاب کے کمرے کی سمت بڑھی دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اندر سے ابھرنے والی آواز پہ ہاتھ ساکت ہو گیا۔

''میں شلوار قمیص پہننا چاہتا ہوں۔'' وہی انگلش لب و لہجہ اس انگلش لب و لہجے میں اردو بہت دلکش بہت معصوم لگ رہی تھی۔

''میرے شلوار سوٹ تو تمہیں چھوٹے ہوں گے بے شک ہم دیکھنے میں برابر ہیں لیکن تم مجھ سے ذرا......'' آفتاب نے کافی بے تکلفی سے جواب دیا تھا اور پھر دونوں ہی ہنس پڑے ربیعہ کو اپنی سماعتوں پہ دھوکہ ہوا تھا (شاید سارے انگریزوں کی آواز اور لہجے ایک جیسے ہوتے ہیں) اس نے خود کو بہلایا اور پھر دستک دے ڈالی چند سیکنڈ بعد آفتاب اندر سے نمودار ہوا تھا۔

''اوہ سوری یار آج تم کسی سے لفٹ لے لو میں آفس نہیں جا رہا وہ ذکاء اللہ کے ساتھ مارکیٹ تک جانا ہے۔'' ربیعہ نے ادھ کھلے دروازے سے اندر دیکھنے کی لاشعوری کوشش کی مگر مسٹر ذکاء اللہ تو لیہ اٹھا کر باتھ روم میں جا چکے تھے۔

''اوکے۔'' وہ آہستگی سے کہتی پلٹ گئی تھی لیکن دن بھر اس کی سماعتوں میں وہی آواز گونجتی رہی تھی آج اسے بوتیک پہ نہیں جانا تھا اس لئے تین بجے واپس گھر آ گئی تھی اس وقت ان کا گھر تقریباً خالی ہوتا تھا وہ تھکے تھکے انداز سے ڈرائنگ روم کے صوفے پر لیٹ گئی تھی دل بھی جیسے تھکن سے چور ہو چکا تھا وہ پلکیں موند کر اس دل کا علاج سوچنے لگی۔

''کھانا لگاؤں بیٹا؟'' زہرہ خاتون قریب آ گئی تھیں۔

''نہیں بھوک نہیں ہے۔'' وہ یونہی پلکیں موندے لیٹی رہی اور پلکوں کے پیچھے لرزتے آنسو سنبھالتے سنبھالتے نڈھال سی ہو گئی تھی۔

''تمہارے چھوٹے چاچو تمہیں بلا رہے تھے۔''

''ہوں......!''

''اپنی چاچی اور کزن سے ملی ہو؟''

''نہیں۔''

''تو مل لو ناں وہ کمرے میں ہیں۔''

''بعد میں مل لوں گی۔'' وہ بے زار ہوئی۔

''تھک گئی ہو؟''

''شاید......'' وہ زہرہ خاتون سے اپنی آنکھوں کے نم گوشے چھپانے کے لئے چہرے پہ کلائی رکھ چکی تھی۔

''اچھا بھوک لگے تو کھانا گرم کر لینا میں تمہاری چاچی کے کمرے میں ہوں۔'' وہ کہہ کے چلی گئیں اور ربیعہ کا جی چاہا بلک بلک کر رو دے پتہ نہیں آج دل پہ اداسی کا راج کیوں ہو گیا تھا اس کے آنسوؤں نے اس کے گالوں کو بھگو دیا تھا کتنے لمحے یونہی بے آواز آنسوؤں کی نذر ہو گئے تھے لیکن جیسے ہی ذرا غبار ہلکا ہوا اسے گمان گزرا کہ وہ کسی کی پرتپش نگاہوں کے حصار میں ہے لیکن پھر اپنے گمان کو جھٹک دیا سب ہی بازار گئے ہوئے تھے زہرہ خاتون چھوٹے چاچو اور ان کی اچانک منظر عام پہ آنے والی بیوی کے سوا کوئی نہیں تھا مگر کب تک اپنے احساس کو دبا سکتی تھی یکدم کلائی ہٹا کر پلکیں اٹھاتے ہوئے دیکھا اور آنکھیں پھیل گئی تھیں وہ جس صوفے پہ لیٹی تھی وہ اسی صوفے کی بیک سائیڈ پہ کھڑا صوفے کی بیک پہ ہتھیلیاں جمائے ہوئے قدرے ریلیکس اور فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ایڈی؟'' اس کے لبوں میں اس کا نام پھڑ پھڑا کے رہ گیا تھا وہ واضح لفظ ادا نہیں کر پائی تھی۔

''ہوش میں آ جاؤ! میں ہی ہوں تمہارا......'' اس نے مسکراتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی اور وہ یکدم جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''ایڈی ایڈی تم......تم یہاں؟ تم یہاں کیسے؟'' وہ کافی بدحواسی اور بے یقینی کے عالم میں کھڑی بے ترتیب سانسوں کے درمیان بے ربط سا بول رہی تھی وہ دونوں صوفے کے قریب کھڑے تھے وہ گھوم کر سامنے والی سائیڈ پہ آ گیا تھا اسے سرتاپا بھرپور نظر سے دیکھتا اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

''اتنی دیوانی کیوں ہو رہی ہو؟'' وہ تو یوں استحقاق سے بات کر رہا تھا جیسے وہ بھی اس کی تھی یہ گھر اور شہر بھی اس کا اور یہ ملک بھی اس کا اپنا تھا۔

''میں تم سے پوچھ رہی ہوں تم یہاں کیسے......اور......اور کب آئے؟''

مجھے کب کسی کی امنگ تھی میری اپنے آپ سے جنگ تھی

ہوا جب شکست کا سامنا تو خیال تیری طرف گیا

بڑے اعتماد اور سکون سے کہتا وہ صوفے پہ بیٹھ چکا تھا اور اس کی باتیں، اس کا انداز، اس کی اردو سن کر وہ ابھی بھی گنگ سی کھڑی تھی۔

''ربیعہ تم میری ہو! یہ گھر میرا ہے، یہ شہر یہ وطن میرا ہے یہاں کی ہر چیز ہر فرد میرا ہے اس لئے میں نے پرائی چیزوں کو اپنا کہنا چھوڑ دیا ہے میں ایڈی ڈارسن بن کے اپنے اصل سے بھاگتا رہا محض ایک غلط فہمی اور بدگمانی کے ہاتھوں اتنے برس گزار دیئے لیکن عمر بھر اپنوں سے بھاگنے اور سرد جنگ لڑنے سے ہار گیا ہوں تھک گیا ہوں میں نے یہ چار سال احتساب کرتے گزار دیئے ہیں اب اور نہیں۔''

''ذکاء تم یہاں ہو؟'' زہرہ خاتون کچن کی سمت جا رہی تھیں ان دونوں کو دیکھ کر ادھر آ گئیں۔

''ذکاء اللہ۔'' ربیعہ کے لب ہلے وہ ہکا بکا دیکھ رہی تھی اور وہ زہرہ خاتون کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

''اس سے ملے ہو یہ تمہارے تایا کی بڑی بیٹی ہے ربیعہ اور ربیعہ یہ تمہارا کزن ذکاء اللہ ہے۔'' وہ ربیعہ کو حیران سے کھڑے دیکھ کر یہی سمجھی تھیں کہ ابھی تک دونوں کے درمیان تعارف کا مرحلہ باقی ہے۔

''یہ آپ کی بیٹی ہے نا؟'' وہ اشتیاق سے استفسار کر رہا تھا۔

''ہاں یہ میری سب سے اچھی، ذہین اور پیاری بیٹی ہے۔'' انہوں نے جیسے فخر سے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر تھپکا تھا۔

''تو پھر آپ کے ہاتھ پاؤں پکڑنا ہوں گے؟'' وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔

''کچھ کہا بیٹا؟''

''نہیں میں کہہ رہا ہوں کہ وہ تو دیکھنے سے ہی لگ رہا ہے کہ بہت ذہین اور پیاری ہیں ہیلو آئی ایم ذکاء اللہ رضوی۔'' اس نے دلکشی سے کہتے ہوئے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ربیعہ کی سمت ہاتھ بڑھایا تھا۔

''نائس ٹو میٹ یو۔'' وہ آہستگی سے کہہ کے رخ پھیرتے ہوئے اس کا ہاتھ آج بھی نظر انداز کر گئی تھی اور وہ بے ساختہ ہنسنے پہ مجبور ہو گیا تھا۔

''خوشی ہوئی کہ تم آج بھی وہی ربیعہ ہو اپنی حدود و قیود میں رہنے والی اسی لئے میں نے ہاتھ بڑھایا تھا کہ یہ دیکھ سکوں کہ دنیا نے تم پر کیا اثر دکھایا ہے۔'' وہ بے پناہ خوش اور پراعتماد لگ رہا تھا زہرہ خاتون نے حیرانی سے دیکھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور چکر کیا ہے؟

''تو پھر کیا دیکھا ہے؟'' اس نے بے ساختہ پوچھا۔

''فرصت سے بتاؤں گا آنٹی آیئے کچن میں چلتے ہیں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ بہت بے تکلفی اور اپنائیت سے بولا تھا لیکن اس کے تیور دیکھ کر زہرہ خاتون کے دماغ میں جھماکا ہوا تھا اور پھر خوشی کے مارے وہ پاگل ہو اٹھی تھیں انہیں بہت اچھی طرح یاد تھا جب انگلینڈ سے واپسی پہ ربیعہ نے ان کے استفسار پہ ان کو اعتماد میں لے کر سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا کہ وہ بوبی والے کیس کے بعد اپنے آپ کو پولیس سے بچانے کی خاطر ایک اجنبی اور غیر ملکی لڑکے کے ساتھ رہتی رہی تھی لیکن وہ غیر ملکی اپنوں سے زیادہ اچھا اور ایماندار تھا اس نے اس کی عزت اپنے لوفر دوستوں سے بھی بچائی تھی اور خود بھی کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا ہمیشہ ایک حد میں رہ کر بات کرتا تھا اور اس کی حفاظت بھی کی تھی ایئر پورٹ آنے تک بھرپور ساتھ دیا تھا

اور وہ غیر ملکی کون تھا ایڈی ڈارسن! اور ایڈی ڈارسن کون تھا؟ ذکاء اللہ رضوی......اور آج وہ ذکاء اللہ کی شخصیت کو جان کر بے پناہ خوش تھیں وہ دونوں کی خفا خفا، خوش خوش اور مبہم سی باتیں اور صورتیں دیکھ چکی تھیں ان کے دل کا بوجھ ہواؤں میں بکھر گیا تھا۔

''ڈلیوری کے وقت جس ڈاکٹر نے میرا کیس ہینڈل کیا وہ مسلم تھی اور پاکستان سے بی لانگ کرتی تھی اس نے بچے کے باپ کا نام رجسٹر کرنے کے لئے پوچھا تو میں نے بتایا۔''عبداللہ'' تب اسے حیرانی اور خوشی ہوئی تھی۔

''اوہ تو آپ مسلم ہیں؟''

''نہیں میرے ہزبینڈ مسلم ہیں۔''

''تو پھر بچہ تو مسلم ہی ہے نا؟''

''جب باپ مسلم ہے تو بچہ بھی مسلم ہی ہوا۔''

''جی۔'' مجھے اقرار کرنا پڑا تھا اور مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا کہ میرا بچہ مسلم ہے۔

''پھر نام کیا سوچا ہے آپ نے؟'' وہ دلچسپی لے رہی تھی۔

''مجھے تو پتا ہی نہیں۔ اس کے فادر کو تو پتہ ہوگا۔''

''وہ کہاں ہیں؟''

''وہ پاکستان گئے ہیں آجائیں گے۔'' میں نے جیسے ان کو بھی اور خود کو بھی تسلی دی تھی اور پھر جب یہ پیدا ہوا تو مجھے سمجھ نہ آیا کہ کیا کروں آخر اسی ڈاکٹر سے مشورہ لیا اور اس کا نام انہوں نے ہی ''ذکاء اللہ'' تجویز کیا تھا۔

شروع شروع میں تو مجھے یقین تھا کہ عبداللہ واپس آجائیں گے وہ مجھے اپنی محبتوں اور وفاؤں کا پورا یقین دے کر گئے تھے جب رفتہ رفتہ ہفتے مہینوں میں بدل گئے اور مہینے سال کی شکل اختیار کر گئے تو میرا یقین ٹوٹ گیا تھا میرے پیرنٹس اور فرینڈز میرا مذاق اڑانے لگے تھے کہ ایک پاکستانی کا انتظار کر رہی ہوں اس کی باتوں کا یقین کئے بیٹھی ہوں پھر میں نے خط بھی لکھا لیکن مجھے خط کا جواب نہیں ملا تھا میں نے اور بھی کئی کوششیں کیں کہ عبداللہ کو ڈھونڈ سکوں مگر مجھے ہر بار ناکامی ہوئی ادھر میرے مام، ڈیڈ مجھے ڈانٹتے رہتے تھے کہ میں کیوں مشرقی لڑکیوں کی طرح ایک مرد کے پیچھے ہلکان ہو رہی ہوں مگر نجانے کیا وجہ تھی کہ میں اپنے ہزبینڈ کو اپنے دل سے نہیں نکال سکی۔

میں اپنے بچے کو بھی سنبھالتی تھی اور جاب بھی کرتی تھی انہی دنوں میں ''نیلسن'' (شہر) اپنے ڈیڈ کے ساتھ جانا پڑا وہاں ان کے دوست کے ہاں شادی کا فنکشن تھا اور ان کا کہنا تھا کہ ان کے دوست کے کئی پاکستانی لوگ جاننے والے ہیں مجھے ان سے ملنا چاہیے اور وہیں مجھے ''نواز چیمہ'' مل گئے میں نے ایک دفعہ انہیں عبداللہ کے ساتھ کالج میں دیکھا تھا میں نے استفسار کیا تو کہنے لگے وہ دو روز بعد پاکستان جانے والے ہیں مجھے بہت خوشی ہوئی تھی میں نے ان سے عبداللہ کو ڈھونڈنے کی بات کی وہ مان گئے اور پاکستان چلے گئے میرا ان سے رابطہ ہوتا رہا بقول ان کے وہ عبداللہ کو ڈھونڈ رہے تھے اور پولیس کی مدد بھی لے رہے تھے انہیں کیش کی ضرورت تھی اور میں ان کو کیش بھجوانے لگی یہ سلسلہ تقریباً سال بھر رہا اور پھر سب کے

احساس دلانے پہ مجھے احساس ہوا کہ وہ نواز چیمہ مجھے دھوکہ دے رہا تھا جھوٹ بول رہا تھا عبداللہ کو ڈھونڈنے کا ناٹک کر رہا تھا اور میں ایک مرتبہ پھر مایوس ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

میرے اپنوں نے مجھے بارہا سمجھانے کی کوشش کی تھی اور میں کبھی بھی نہ سمجھی، البتہ میری غیر موجودگی میں انہوں نے ذکاءاللہ کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا میں کام پہ جاتی تو وہ گھر پہ میری ماں کے پاس ہوتا تھا اور میری مام نے پاکستانیوں اور مسلمانوں کے خلاف اسے آخری حد تک بھڑکا دیا تھا یہاں تک کہ میری طرح وہ بھی ''ڈارسن'' کہلانے لگا اسے اپنے نام سے کوئی سروکار نہیں تھا مام ڈیڈ اسے ایڈی کہتے تھے اور وہ مکمل طور ایڈی ڈارسن ہی بن گیا اس کے طور اطوار سب ان جیسے ہو گئے تھے اسے ان لوگوں سے نفرت تھی جو ہمارے تو کچھ نہیں تھے لیکن اس کے بہت کچھ تھے کیونکہ وہ خود مسلمان تھا اور ایک پاکستانی کی اولاد تھا اس کے باوجود وہ کبھی اپنے مذہب اور ملک کی طرف مائل نہیں ہوا تھا اور مجھے عجیب بھی لگتا تھا افسوس بھی ہوتا تھا میں اسے سمجھانا چاہتی تو الٹا مجھے غصہ دکھانے لگتا وہ بھی میری مام کی طرح یہی کہتا تھا کہ کیوں ایک شخص کی خاطر روگ لگائے بیٹھی ہو لیکن وہ میرے روگ کو نہیں سمجھ سکتا تھا کیونکہ میں ''سچی محبت'' کا ذائقہ چکھ چکی تھی مجھے ہنڈریڈ پرسنٹ یقین تھا کہ عبداللہ جتنی دیر میرے ساتھ رہا ہے مجھ سے سچی محبت کرتا رہا ہے کوئی ملاوٹ اور جھوٹ نہیں تھا سب جذبے پرخلوص اور کھرے تھے ان چیزوں کا اندازہ اسے تم سے مل کر ہوا تھا۔''

جنیفر نے ربیعہ کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا تھا قریب ہی بیڈ پہ چھوٹے چاچو لیٹے تھے اور باتیں سن رہے تھے۔

''تمہیں دیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم مسلمان ہو اور ایک مسلمان مرد جتنا بھی کٹھور اور بیگانہ ہو جائے بے غیرتی نہیں سہہ سکتا وہ بھی تمہارے آگے ڈٹ گیا اس کی غیرت کیسے گوارا کرتی کہ اس کے سامنے کسی مسلم لڑکی کی عزت خراب ہو جائے اور وہ چپ رہے اور اسی لیے تو ایڈی پہ پیٹر، مائیکل اور جوزف وغیرہ کو غصہ آیا تھا کہ ان لوگوں میں رہ کر بھی اندر سے وہ وہی پاکستانی اور مسلم تھا جو عزت کے لئے قتل ہو جاتے ہیں غیرت کی خاطر مار دیتے ہیں اور پھانسی چڑھ جاتے ہیں اسی لئے انہوں نے اس پہ کیس کر دیا اور تمہیں واپس بھیج کر وہ آزاد ہو گیا اس نے ایک مرتبہ پھر مائیکل اور پیٹر وغیرہ کی شدید پٹائی کی وہ غصہ جو اس نے تمہاری موجودگی میں دبا رکھا تھا وہ نئے سرے سے نکالا اور جیل چلا گیا تھا ایک سال جیل میں بند رہ کر سزا کاٹی اور پھر اپنی زندگی کی گاڑی اسٹارٹ کی مگر دل میں ایک بار کوئی بس جائے تو نکلتا کب ہے؟ پھر تو فقط جان نکلتی ہے وہ نہیں نکلتا۔

وہ سب کچھ جو مجھے سمجھاتا تھا اب خود کرنے لگا تھا تنہائی اور سوچیں، تنہائی اور یادیں، تنہائی اور محبوب! ان کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا اور اس جنگ سے لڑتے لڑتے یہ پاگل ہو کر شاید ویرانوں کو نکل جاتا کہ میں اسے پاکستان لے آئی ہم تمہارے ایڈریس کے سہارے آئے تھے اور تم سے ہی ملنا تھا لیکن باہر نیم پلیٹ پہ ''عبداللہ رضوی'' لکھا دیکھ کر میرے حواس اڑ گئے تھے یہی حال ذکاءاللہ کا بھی تھا اور ہم نے چوکیدار سے چھوٹتے ہی عبداللہ کے بارے میں استفسار کیا تھا اور وہ ہمیں ان کے پاس لے گیا۔

''مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ ایک چیز ڈھونڈنے والے کو دو چیزیں کیسے مل جاتی ہیں؟''

''نیکی بڑی ہو تو صلہ زیادہ ہی ملتا ہے تم نے مجھ سے وفا کی تمہیں صلہ تو ملنا ہی تھا۔'' چھوٹے چاچو فوراً بول پڑے تھے جنیفر مسکرا اٹھی۔

''وفا تو آپ نے کی میری خاطر، مجھ سے ملنے کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر سے چلے گئے یہ تو اللہ کو منظور نہیں تھا کہ آپ کا یہ حال ہو گیا ورنہ آپ تو جان پہ کھیل گئے تھے۔''

''پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ پاکستانی جھوٹے اور دھوکے باز ہوتے ہیں؟'' ربیعہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے ذکاء کو دیکھ کر کہا تھا۔

''نہیں یار دھوکہ اور جھوٹ تو ہر جگہ ہوتا ہے بس لوگ جلد باز ہوتے ہیں اور بدگمانی پال لیتے ہیں اس لئے ہمارے خلاف ہو جاتے ہیں حالانکہ لوگ نہیں جانتے کہ محبت، وفا اور سچائی شروع ہی ہم لوگوں سے ہوتی ہے، ہم تو ہوتے ہی ''توحید'' کے قائل ہیں محبت کرنا، وفا کرنا اور سچ بولنا سکھایا ہی ہم نے ہے۔'' آج وہ بڑے فخر اور سکون سے ربیعہ کے ساتھ ہر بات میں خود کو شامل کرتا ''ہم'' کہہ رہا تھا اور وہ اس کی ادا پہ دل کھول کر ہنسی اور کھڑی ہو گئی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو؟''

''ہم لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں اس لئے وضو کرنے تو جانا ہی ہوگا۔'' وہ جاتے جاتے ایک نکتہ بھی سمجھا گئی تھی اور ذکا کو بھی یاد آیا کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو رہا ہے وہ آفتاب کے ساتھ مسجد جانے کے لئے نکل آیا تھا گھر بھر میں اک اطمینان کی لہر دوڑ گئی تھی ہر چہرے پہ خوشی کا عکس اترا ہوا تھا۔

آسمان کی گہری سیاہ سرمئی ہتھیلی بہت زیادہ کہکشاں سے سجی ہوئی تھی ستارے آج جی بھر کے آسمان کی مٹھی میں دبے ہوئے تھے اور اس مٹھی اس ہتھیلی کے وسط میں دلکشی سے جگمگاتا مہتاب بھی سجا ہوا تھا جس کی روشنیاں جس کے جلوے رات کے مکھڑے کو اور بھی حسین بنا رہے تھے اور اس حسین رات کی آغوش میں ایمن کی مایوں کی رسم ہو رہی تھی اور تھوڑی دیر پہلے ہی مایوں کی رسم سے قبل ذکاء اللہ اور ربیعہ کی منگنی کی رسم ہوئی تھی اور اس سے بھی قبل جنیفر نے اسلام قبول کیا تھا اور مغرب کی نماز ادا کی تھی عبداللہ آج وہیل چیئر پہ بیٹھے سب کے درمیان بہت خوش لگ رہے تھے۔

کل ایمن کی بارات آ رہی تھی اس لئے آج کام نبٹانا زیادہ ضروری تھا ربیعہ منگنی کا ڈریس چینج کرنے اوپر اپنے کمرے میں آئی تو ٹیرس کا کھلا دروازہ اور دروازے سے نظر آتا کسی کا ہیولا دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔

''کون ہے یہاں؟'' اس نے متجسس انداز سے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا ہی تھا کہ وہ ایک جھٹکے سے ٹیرس پہ کھینچ لی گئی اور اس کے سینے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

''تم یہاں میرے کمرے میں؟'' ذکاء اللہ کو دیکھ کر اسے جھجک ہوئی۔

''میں تمہارے کمرے نہیں تمہارے کمرے سے باہر ہوں۔'' وہ اسے بازوؤں سے تھامے ہوئے تھے اور کافی استحقاق بھرے انداز سے کہہ رہا تھا۔

''لیکن تم یہاں کیوں آئے؟'' وہ اس کی پرشوق اور بھرپور نظروں سے نظر چرا کر چہرہ جھکا گئی۔

''تمہیں دیکھنے، تم سے باتیں کرنے۔'' وہ اس کا چہرہ آہستگی سے اونچا کر چکا تھا وہ پنک کلر کے بھاری کامدار ڈریس اور میک اپ کے ساتھ ساتھ جیولری سے سرتاپا سجی سنوری عام دنوں سے ہٹ کے بے پناہ خوبصورت اور پرکشش لگ رہی تھی اس نے زندگی میں پہلی بار یوں میک اپ اور سنگھار کیا تھا ورنہ وہ ہمیشہ بہت سادہ رہتی تھی۔

''میں تو تمہاری خالہ بیگم، کاشف اور بوبی کا شکر ادا کرتا رہتا ہوں جنہوں نے تمہیں میرے قریب کر دیا مجھ پہ اعتبار کرنے پہ مجبور کر دیا ورنہ

تم کہاں میرا بھروسہ کرتیں اور کہاں میں دیوانہ ہوتا؟''

''ہونہہ دیوانہ، چار سال لگا دیے دیوانہ بننے میں۔'' وہ خفگی سے گھورنے لگی۔

''چار سال؟ یار مبالغے سے کام مت لو میں نے تو چار دن بھی نہیں لگائے تھے اور تم سے کہہ دیا تھا کہ سب کو چھوڑ دو اور میرے پاس رہو۔'' ذکا نے اس سے بھی زیادہ اسے گھورا تھا۔

''تمہارے پاس رہنا اتنا ہی آسان تھا نا؟'' وہ چڑ گئی تھی۔

''اسی لئے تو یہ بھی کہا تھا کہ میری بیوی بنو گی؟''

''کیا؟'' ربیعہ کرنٹ کھا گئی۔ ''تب...... تم نے یہ بات تو نشے میں کہی تھی تم نے ڈرنک کر رکھی تھی۔''

''ضروری نہیں کہ ڈرنک کرنے والے کو نشہ بھی ہو اور ضروری نہیں کہ نشے میں ہر آدمی ہر بات مذاق میں ہی کہتا ہو وہ باتیں جو مدہوشی میں منہ سے نکلیں سمجھ لو وہ دل کی باتیں ہیں اور تم نے تو کبھی بھی میری دل کی باتوں پہ توجہ نہیں دی تم نے ہمیشہ نظر انداز کیا اور میں ہمیشہ اپنا بھرم رکھتا رہا۔''

وہ بہت معصومیت اور شکایتی لہجے میں کہہ رہا تھا ربیعہ کو اپنی نادانی اپنی کم عقلی پہ افسوس ہونے لگا تھا وہ حقیقتاً اس کی باتوں کو غیر سنجیدگی سے لیتی رہی تھی اور کبھی قابل توجہ نہیں جانا تھا۔

''ایم سوری۔'' اس نے آہستگی سے اعتراف جرم کرتے ہوئے معافی مانگی۔ وہ اسے بغور گہری نظروں سے دیکھتا کنفیوژ کر رہا تھا اور وہ شرم سے گلابی پڑتی ادھر ادھر دیکھتی اپنے آپ کو سنبھال رہی تھی۔

''اب بس بھی کرو۔'' وہ جھنجھلا اٹھی۔

''میں کیا کر رہا ہوں۔'' وہ شرارت سے بولا۔

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟''

''اپنی چیز کو ایسے دیکھوں یا ویسے تمہیں کیا تکلیف ہے؟'' وہ اس کو چھیڑنے کے بھرپور موڈ میں تھا۔

''او کے ادھر دیکھو میں جا رہا ہوں۔'' اس نے اپنا ہاتھ ربیعہ کے سامنے پھیلایا وہ آج اس کے ہاتھ کو نظر انداز نہیں کر سکی تھی اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا جس کی تیسری انگلی میں اس کے نام کی انگوٹھی چمک رہی تھی اور ذکاءاللہ آج اس کی رضامندی اس کی ہمراہی سے سرشار ہو گیا تھا جھک کر اس کے خوبصورت ہاتھ کو ہونٹوں سے چھو کر اپنی محبت اور عقیدت کی مہر سے سجاتا پلٹ کر دوسرے ٹیرس کی سمت کود گیا تھا اور وہ ہکا بکا رہ گئی۔

اس نے حیرت سے ٹیرس سے کمرے میں اور کمرے سے لان کی سمت جاتے ذکاءاللہ کو دیکھا جس کی حرکتیں یہاں رہنے والوں سے ذرا بھی مختلف نہیں تھیں۔ وہ ایمن کے قریب جھکا اس کے سر پہ تیل لگاتا اسے چھیڑ رہا تھا اور ربیعہ آف وائٹ شلوار کرتے میں ملبوس ذکاءاللہ کو دیکھ کر بے اختیار مسکرا دی وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا اطمینان کی گہری سانس لیتی وہ اندر آ گئی تھی ایمن کی ہنسی کی آواز اسے یہاں تک آ رہی تھی کانوں سے جھمکے اتارتے ہوئے ربیعہ کے لب بے وجہ ہی مسکراہٹ میں کھیل رہے تھے۔

❁......❁......❁

''آفتاب ایک منٹ ٹھہرو یار، صرف ایک منٹ!''

وہ جلدی سے چائے کا کپ خالی کر کے اپنی فائل لے کر کھڑا ہو گیا تھا آج وہ کافی پر جوش اور ایکٹیو لگ رہا تھا۔

''کہاں جا رہے ہو صبح صبح؟'' رحیم صاحب نے ٹھٹک کے پوچھا۔

''تایا جی! جاب ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔'' اس نے خوشی خوشی بتایا۔

''یہاں کام کر لو گے؟''

''میں ہر کام کروں گا تایا جی، یہ میرا اپنا شہر، اپنا وطن ہے یہاں محنت کر کے کھانا اور کمانا میرے لئے کوئی شرمندگی نہیں ہو گی مجھے ایک کلرک یا پھر پیون کی جاب بھی ملی تو ضرور کروں گا محنت میں شرمندگی کیسی؟ پھر مجھے اپنے ماں باپ اور آئندہ بیوی کے لئے بھی تو کچھ کرنا ہے اور جہاں کچھ کرنا ہو وہاں نخرہ نہیں چلتا۔''

وہ بڑی سمجھ داری سے بات کر رہا تھا اور رحیم صاحب کو اس کی بات سے خوشی ہوئی تھی وہ آفتاب کے ساتھ جاب ڈھونڈنے نکل چکا تھا آفتاب بھی امریکہ جانے کا شوق ختم کر چکا تھا ان کے اندر نئے جوش، نئے ولولے پیدا ہو چکے تھے انہیں اپنا آپ منوانے کا جنون ہو گیا تھا اور یہ جنون تب تک زندہ رہنا تھا جب تک اپنا آپ نہ منوا لیتے جب تک اپنے وطن کی حیثیت مستحکم نہ بنا لیتے اور اس جنون میں اس عزم میں سب کو شریک ہونا تھا۔ قطرہ قطرہ قلزم بنا تھا جس کے لئے پیش رفت کی ضرورت تھی۔

اگر ہو سکے تو کرو خود میں کشش پیدا
ہر کسی کو حسرت سے دیکھا نہیں کرتے!
ہر شخص نہیں ہوتا ہر شخص کے قابل
ہر شخص کو اپنے لئے پرکھا نہیں کرتے!

﴿ختم شد﴾